اے بی سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہ دعوۃ الحق
قرآن وسنّت کی تعلیمات کا علمبردار

فون نمبر دارالعلوم — ۴ | فون نمبر رہائش — ۲

جلد نمبر : ۱۸ | شعبان ۱۴۰۳ھ
شمارہ نمبر : ۸ | مئی ۱۹۸۳ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر : سمیع الحق

پاکستان میں سالانہ ۳۰/- روپے — فی پرچہ ۳/- روپے
بیرون ملک بحری ڈاک ۳ پونڈ — ہوائی ڈاک ۵ پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

حق و باطل کی کشمکش تاریخ اقوام و ملل کا ایک مسلسل عمل ہے ہمارے ہاں دیگر فرقِ باطلہ کی طرح قادیانیت بھی ایک ایسی تحریک ہے جو اپنے آغاز سے "چراغِ مصطفویؐ" سے ستیزہ کار رہی ہے۔ امتِ مسلمہ کے خلاف متواتر ریشہ دوانیوں کے سلسلہ میں ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو ریلوے اسٹیشن کا حادثہ پیش آیا مسلمانوں کا پیمانہ صبر جو لبریز ہو چکا تھا چھلک پڑا۔ جو آگ اندر ہی اندر سلگ رہی تھی بھڑک اٹھی اور ۱۹۷۴ء کی عظیم تحریک ختم نبوت کی شکل میں قادیانیوں کو بھسم کر گئی اور امت نے آئینی طور پر بھی جسدِ ملت سے اس ناسور کو کاٹ کر الگ کر دیا۔ تب سے لیکر اب تک قادیانی پاکستان میں ختم نبوت کے نام لیواؤں سے انتقام اور دلآزاری کا کوئی علانیہ یا درپردہ موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

ان دنوں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان سیالکوٹ کے ایک مبلّغ مولانا محمد اسلم قریشی کی گمشدگی کا مسئلہ دینی و علمی حلقوں کے تشویش و اضطراب میں دن بدن اضافہ کرتا جا رہا ہے۔ ۲۰ فروری کو اغوا ہونے والے اس مبلغ ختم نبوّت کو آج سو دن پورے ہونے کو ہیں مگر ان کی زندگی یا موت کے بارہ میں حکومت کوئی سراغ لگانے میں ناکام رہی ہے۔ اس معاملہ کی نزاکت اس وجہ سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ کہ اسی مولانا اسلم قریشی پر مرزائی "شاہی خاندان" کے ایک اہم اور بین الاقوامی مہرے جناب ایم ایم احمد پر قاتلانہ حملہ کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا تھا اور وہ سزایاب بھی ہوئے تھے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر بظاہر ایک گمنام اور غیر معروف مبلّغ کو اتنا عرصہ تک روپوش رکھا جا سکتا ہے۔ اور ایسے منظم منصوبے کے ساتھ کہ حکومت اپنی ساری مشینری کے ساتھ تاحال بے بس ہے تو یہ انہی "مرزائی ٹولے" ہی کی بڑے پیمانہ پر انتقامی کاروائی ہی ہو سکتی ہے۔ اگر یہ انتقام نہیں ہے تو پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ مرزائیوں کا ایک "ٹسٹ" اور وہ ایک بار پھر مسلمانوں کی حمیت و غیرت کو آزمانا چاہتے ہیں

مگر ایسا لگتا ہے کہ ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء سے قبل کی حکومتوں کی طرح موجودہ حکومت کو بھی اس مسئلہ کی نزاکت و اہمیّت کا پورا احساس نہیں اور اگر ایسا ہے تو یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہوگی۔ ہر فتنہ اوّلاً ایک چنگاری

ہوتی ہے پھر طوفان بلاخیز بن جاتا ہے۔ صاف بات ہے کہ جب مجلس تحفظ ختم نبوت اور ملک کی دیگر جماعتیں اور تنظیمیں اس مسئلہ میں مرزائیوں کے موجودہ سربراہ مرزا طاہر کو رٹ مارشل تفتیش کرنے کا مطالبہ کر رہی ہیں تو ملک کا کون سا ایسا آئین اور قانون ہے جس نے نبی آخرالزماںؐ کے ان باغیوں کو تحفظ دے رکھا ہے۔ مولانا اسلم قریشی کا مسئلہ ان کے اغواء ہونے کے جلد ہی بعد ہم لوگوں نے وفاقی مجلس شوریٰ کے فروری کے اختتامی اجلاس میں تحریک التوا کی صورت میں اٹھایا اس وقت وزیر داخلہ نے کہا، کہ حکومت اس معاملہ میں پوری تندہی سے تفتیش کر رہی ہے۔ خود صدر محترم بھی اس بارہ میں ایسے خیالات کا اظہار کر چکے ہیں لیکن اگر مارشل لاء جیسے با اختیار نظام حکومت میں ایک مذہبی شخص کا معمہ حل نہیں ہو سکتا تو پھر کوئی بھی اپنی حفاظت و امان کی خیر نہیں منا سکے گا۔ پچھلے دور ظلم وستم میں سیاسی اغواء ہوا کرتے تھے۔ موجودہ حکومت کا دامن ان شرمناک دھبوں سے پاک رہا۔ لیکن اس "مذہبی اغواء" کے تدارک و تلافی میں اگر حکومت ناکام رہی تو اس کے سامنے پچھلے سارے سیاسی داغ دھبے ماند پڑ جائیں گے۔

۱۹۷۳ء کے آئین میں متفقہ ترمیم کے ذریعہ غیر مسلم قرار پانے والے قادیانی جماعت کی سرگرمی افراد و اشخاص تک محدود نہیں بلکہ وہ اپنے خفیہ کارندوں کے ذریعہ جو سرکاری شعبوں میں مار آستین کی طرح مصروف کار رہتی ہے۔ اور وقفے وقفے سے ڈنگ مار کر حکومت اور عام مسلمانوں کی بے چینی اور اضطراب کا سامان مہیا کرتی رہتی ہے۔ ۱۹۷۳ء کے آئین کے تعطل یا تنسیخ کے آرڈیننس میں قادیانیت سے متعلق ترامیم کو سبوتاژ کرنے کی خفیہ سازش سے پوری قوم تلملا اٹھی وہ تو خوش قسمتی تھی کہ صدر پاکستان نے اسے اپنے فرمان مجریہ ۱۹۸۲ء کے ذریعہ زیادہ جاندار اور موثر طور پر تحفظ دیا پھر پاسپورٹ کے فارموں میں ایسی ہی خفیہ ڈنڈی ماری گئی ــــــ اور اب خبر آئی ہے کہ وفاقی وزارت خزانہ کے ایک سرکلر میں بنکوں کے ان کھاتے داروں کو زکوٰۃ کی کٹوتی سے مستثنیٰ کر دینے کی ہدایت کی گئی ہے جو "قادیانی مسلم" یا "احمدی مسلم" ہونے کے حلفیہ بیانات داخل کرائیں۔ مسلمانوں کی یہ حیرت اور استعجاب بالکل بجا ہے کہ ایک سرکاری سرکلر میں "قادیانی مسلم" یا "احمدی مسلم" کی اصطلاح کو آخر شرارت یا حماقت یا جہالت کی کونسی قسم پر محمول کیا جائے اس نہایت قابل اعتراض اور ناقابل برداشت جسارت کی کوئی تاویل بھی کی جائے تو کس طرح؟ آخر مسلمانوں کے ساتھ اور حضور ختمی مرتبتؐ کے ناموس ختم نبوت کے ساتھ یہ کھیل اور آنکھ مچولی کب تک جاری رہے گی؟ ہونا تو یہ تھا کہ آئینی ترمیم کے تحت فوری قانون سازی کی جاتی اسلامی اصطلاحات و شعائر اسلامی ناموں

اور امتیازات و تشخّصات کو استعمال کرنے پر سخت ترین تعزیری سزائیں مقرر کر دی جاتیں۔ مگر اسکی بجائے وقفہ وقفہ سے سرکار والاتبار سے منسلکہ ادارے انہیں "مسلمان" ہونے کے تمغوں سے نوازتے رہے ٹی وی پر ایک سائل پوچھتا ہے۔ کہ نوبل انعام یافتہ "مسلمان سائنسدان" کون ہے؟ جواب میں اس مسلمانی کا قالب قادیانیوں کے نفسِ ناطقہ ڈاکٹر عبدالسلام پر فٹ کرا لیا جاتا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی سے متعلق عالمِ اسلام کے مسلمان سائنسدانوں کا سیمینار ہوتا ہے۔ تو ان مسلمان سائنسدانوں کو خصوصی بریفنگ دینے ان کی پذیرائی اور رہنمائی کیلئے ملتِ اسلامیہ پاکستان سے جو "مسلمان" سائنسدان پیش پیش رہتا ہے۔ اس کا نام ہوتا ہے "عبدالسلام" قادیانی۔ الغرض نیکوں کے نام سرکلر میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی کارستانی نہیں مگر معاملہ ہے ایسے در پردہ قادیانی اور ان کے بھائی بند دینی حس سے عاری مسلمان کہلانے والے اہل کاروں کو بے نقاب کرنے اور ان کو عبرتناک سزا دینے کا جب تک ایسا نہیں ہوگا ملتِ مسلمہ کے زخموں پر نمک پاشی کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

★

اسلام آباد میں کسی سرکاری ویمن ورکنگ گروپ؟ نے ملک کے اقتصادی اور معاشرتی پسماندگی کا حل یہ دریافت کر لیا ہے کہ اگلے پنجسالہ منصوبہ کے دوران عورتوں کے پردے کے خلاف مہم چلائی جائے اور عورتوں کو ملکی معیشت میں فعال کردار ادا کرنے پر مجبور کیا جائے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ یہ کونسے لوگ ہیں اور کونسا ورکنگ گروپ ہے۔ ایسی ہی ایک ویمن ڈویژن کی سربراہ خاتون نے پچھلے دنوں برقعہ اور چادر کو عورتوں کی صحت کیلئے مضر قرار دیا تھا۔ مگر بے پردگی ایک ایسا گھسا پٹا موضوع ہے کہ جب بھی مغرب نے عالمِ اسلام کے اخلاق و اقدار پر شبخون مارا۔ ان ساری ثقافتی و اخلاقی بربادیوں کا مقدمۃ الجیش یہی مسئلہ بنا رہا۔ اب عالمِ اسلام آزاد ہوا ہے مسلمانوں نے انگڑائی لی ہے مگر عورتوں کے حقوق کی آڑ میں عورتوں پر ظلم و ستم اور خواتین کی عصمت و تقدس کو لوٹنے والے اس اباحیت زدہ طبقہ کا شبخون جاری ہے۔ وہ اسلامی معاشرہ کے ساکن تالابوں میں وقفے وقفے سے اپنی غلاظت کے چھینٹوں سے ارتعاش پیدا کرنے سے نہیں چوکتا۔ نہ وہ "اسلامی انقلاب" کی حقیقت اور اہمیت اور بنیادی تقاضوں کو سمجھتا ہے نہ وہ اتاترک مصطفیٰ کمال اور امیر امان اللہ جیسے "متجددین" کے عبرتناک انجام سے عبرت لیتا ہے یہ طبقہ سمجھتا ہے کہ عورتیں ایسی باتوں سے ننگی ہوں یا نہ ہوں مگر "اسلام کے نام پر جاری جدوجہد" کو کسی طرح پنپنے نہ دیا جائے۔ اگر عورتوں کے اسلامی قانونِ شہادت کے خلاف سڑکوں پر نکلنے والی چند حیا باختہ عورتیں تعزیر و ملامت اور ملک بھر کی غوغا آرائی کا ذریعہ بن سکتی تھیں تو سرکاری حصاروں میں بیٹھنے والے یہ نام نہاد ورکنگ گروپ کیا کسی تعزیر اور سزا کے مستحق نہیں ہیں جو ملک کی کروڑوں عفت مآب خواتین کروڑوں غیور مسلمانوں اور ان کے مذہب "شریعتِ اسلام" کی تذلیل و توہین اور اس سے کھلی بغاوت کا بار بار ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق
۱۵ / شعبان

از ارشادات حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم
مہتمم دار العلوم دیوبند

ضبط کردہ مولانا محمود احمد مدرس جامعہ رشیدیہ ساہیوال
خاص برائے الحق

علم۔ عمل اور اخلاص

(خطبہ مسنونہ کے بعد) اما بعد۔ فقد قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

الناس کلھم ھالکون الا العالمون والعالمون کلھم ھالکون الا العاملون والعاملون کلھم ھالکون الا المخلصون والمخلصون علی خطرٍ عظیم۔ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میرے محترم بھائیو اور بہنو! یہ ایک حدیث ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ جو اس وقت میں نے آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی ہے۔ اس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چند بنیادی باتیں ارشاد فرمائی ہیں کہ انسان کی نجات دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی انہی باتوں میں منحصر ہے۔ انہی چند اصولوں کی اس وقت مجھے تشریح کرنی ہے اور کوشش کروں گا کہ مختصر وقت میں اس کی کوئی ضروری شرح آپ حضرات کے سامنے عرض کر سکوں۔ پہلے اتنا اصول سمجھ لیجئے کہ آدمی کی نجات اور آدمی کا نفع اندرونی جوہر سے ہے باہر کے جوہر سے نہیں۔ آدمی کی نجات اور آدمی کا نفع جب ہے کہ جب کوئی خوبی اور بھلائی اس کے نفس میں آجائے نفس کے اندر پیوست ہو جائے باہر کتنی وہ خوبیاں پھیلی ہوئی ہوں لیکن اندر نہ رہے وہ ان خوبیوں کو اس کے لئے نفع کی صورت نہیں پیدا ہوتی۔ ایک باغ ہے تو اس میں قسم قسم کے پھول مہک رہے ہیں۔ اور فضا بھری ہوئی ہے خوشبوؤں سے لیکن آدمی ناک بند کر کے بیٹھ جائے کوئی خوشبو اندر نہ جانے دے اس کو کوئی نفع نہیں پہنچے گا۔ دنیا میں خوشبوئیں بھری ہوئی ہیں بھری رہیں اسے نفع جب پہنچے گا جب خوشبو اندر پہنچے اور دماغ اس سے مستفید ہو۔

اگر دنیا کے اندر ہزاروں خوبصورت خوش رو جوان پھر رہے ہوں۔ بہتر سے بہتر حسن و جمال کا نقشہ سامنے ہو مگر ایک آدمی آنکھ بند کئے بیٹھا ہے اسے کچھ پتہ نہیں کہ کون خوب صورت ہے اور کون بد صورت۔ تو اس کا

دل نہ عشق سے آشنا ہوگا نہ محبت سے آشنا ہوگا۔ نہ اسے کوئی نفع پہنچ سکے گا۔ دنیا کی فضا میں ہزاروں نغمے گونج رہے ہوں بہتر سے بہتر آوازیں پھیلی ہوئی ہوں لیکن اس کے کان میں سننے کی قوت نہیں ہے یا اس نے کانوں میں روئی ٹھونس لی ہے۔ کوئی نغمہ اس کے کان میں نہیں پہنچتا اسے کوئی نفع نہیں ہوگا اس سے۔ کتابوں میں ہزاروں مسائل لکھے ہوتے ہوں۔ علم پھیلا ہوا ہو لیکن اس کے دل کا دروازہ بند ہو اور اندر علم نہ پہنچے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اس سے۔ دنیا میں ایمان بھرا ہوا ہو لاکھوں مومن موجود ہوں۔ لاکھوں اولیاء موجود ہوں اور زمانہ اگر نبوت کا ہو تو نبی بھی موجود ہوں مگر وہ اپنے دل کے دروازے بند کر دے نہ ایمان کو اندر داخل ہونے دے نہ علم و معرفت کو۔ اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا نبیوں کے وجود سے، اولیاء کے وجود سے، علماء کے وجود سے۔ تو اتنی بات آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ کہ آدمی کی نجات اور آدمی کا نفع اندرونی جوہر سے ہے۔ باہر کے جوہر سے نہیں باہر کی چیز کو جب تک اندر نہ داخل کرے اسے کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا۔ نہ اس کے لئے کوئی عزت کا سامان ہو سکتا ہے۔

آپ نے نام سنا ہوگا ارسطو کا۔ ارسطو تو خیر تھا اس سے پہلے سقراط تھا ایک بڑا حکیم گذرا ہے یہ سقراط یونان کا، اور کہتے ہیں کہ طب کا گویا موجد ہے فن طب کو اس نے مرتب کیا ہے بغرض بہت بڑا حکیم ہے۔ بہت بڑا طبیب ہے، فلسفی ہے عالم ہے۔ کیفیت اس کی یہ تھی کہ رات اور دن جنگلوں میں۔ پہاڑوں میں باغات میں مارا مارا پھرتا تھا جڑی بوٹیوں کا امتحان کرنے کے لئے۔ گل بنفشہ کی کیا خاصیت ہے۔ ملٹھی کی کیا خصوصیت ہے۔ فلاں بوٹی کیا نفع پہنچائے گی۔ کسی چیز کو کھا کر دیکھ رہا ہے کسی کو سونگھ کر دیکھ رہا ہے غرض محقق تھا دن بھر اسی میں گذارتا تھا تو بڑا بھاری فلسفی تھا اور محقق تھا یہ ایک دفعہ دن بھر کا تھکا ماندہ شہر میں آیا۔ شہر میں آکر کسی دکان میں بیٹھا تو اس کی آنکھ لگ گئی۔ بیٹھے بیٹھے سو گیا۔ بادشاہ وقت کی سواری نکل رہی تھی جلوس آرہا تھا۔ بادشاہ سوار تھا ہاتھی پر، سامنے سے فوجیں سپاہی نقیب اور چوبدار گذر رہے تھے۔ ہٹو اور بچو کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ مگر یہ اتنا سویا بیچارا خدا جانے کے دن کا جاگا ہوا ہو گا۔ اس کی آنکھ نہ کھلی یہاں تک کہ بادشاہ کی سواری قریب آئی تو بادشاہ کو بڑا غصہ آیا یہ بڑا بد تہذیب آدمی ہے کہ میں اس ملک کا بادشاہ ہوں میری سواری آرہی ہے اور یہ پیر پھیلائے ہوئے لیٹا ہوا ہے اور سو رہا ہے کوئی ادب اس کے اندر نہیں۔ بادشاہ نے غصہ میں آکے اپنے گھوڑے ہاتھی سے اتر کر ایک ٹھوکر ماری اس کے اوپر کہا کہ او بے ادب جانتا نہیں ہے کہ میں کون ہوں۔

یہ بیچارا آنکھیں مل کر اٹھ بیٹھا اور آنکھیں ملنے لگا جیسے سوتا ہوا آدمی جاگنے کے وقت آنکھیں ملا کرتا ہے بادشاہ نے پھر ڈانٹ کے کہا کہ ارے نامعقول تو جانتا نہیں میں کون ہوں۔ اس نے بڑے اطمینان سے آنکھیں

ملتے ہوئے کہا کہ جی ہاں یہی تو میں جاننے کی کوشش کر رہا ہوں کہ آپ کون ہیں اسی لئے آنکھیں مل رہا ہوں اور اب تک میں اتنا جان چکا ہوں کہ آپ شاید جنگل کے کوئی درندے معلوم ہوتے ہیں۔ اس واسطے کہ درندوں کی عادت ہے کہ زمین میں پیر مارتے ہوئے چلا کرتے ہیں ٹھوکریں مارتے ہوئے چونکہ آپ نے ٹھوکر ماری ہے اور میں سمجھا کہ کوئی بھیڑیا آگیا کوئی شیر آگیا ہوگا۔ کوئی جنگل کا درندہ ہے۔

بادشاہ کو اور زیادہ غصہ آیا کہ اب تک تو یہ ٹانگ پھیلائے ہوئے لیٹا تھا اور اب اس کی زبان بھی پھیل گئی میرے سامنے۔ اور ایسی بدتہذیبی کے کلمات۔ بادشاہ نے ڈانٹ کر کہا کہ ارے احمق، جاہل تو نہیں جانتا کہ میں بادشاہِ وقت ہوں۔ اتنے خزانے میرے قبضے میں ہیں تاج شاہی میرے سر پہ ہے۔ قبا شاہی میرے کندھوں پہ ہے اپنی فوجیں کھڑی ہیں اتنے ملک میرے ماتحت ہیں اور تو میرے ساتھ یہ گستاخی کر رہا ہے

اس نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ کہ آپ نے اپنی بڑائی بیان کرنے کے لئے تاج کو پیش کیا۔ قبا کو پیش کیا۔ قلعوں کو پیش کیا۔ پیسوں کو پیش کیا۔ ملکوں کو پیش کیا۔ ان میں سے ایک چیز بھی تو آپ کے اندر کی نہیں ہے۔ یہ تو سب باہر باہر کی چیزیں ہیں۔ یہ تیرا کیا کمال ہوا اس میں۔ اگر چاروں طرف سونا پھیلا ہوا ہے اور تیرے دل میں جہالت کی گندگی پھیلی ہوئی ہے۔ تو تیرا کیا کمال نکلا اس میں۔ تو نے بہترین لباس پہن رکھا ہے اور دل بھرا ہوا ہے جہالت سے اور بداخلاقی سے تو لباس سے تجھے کیا فائدہ پہنچا۔ یہ تو باہر کی ٹیپ ٹاپ ہے۔ تو تو نے جتنی چیزیں پیش کیں قلعہ یا فوج۔ ان سے تو نے اپنا فخر پیش کیا اپنی عزت، یہ سب چیزیں تیرے باہر باہر کی ہیں۔ کوئی اندر کی بات بتلا کہ تیرے اندر کمال کیا ہے جس کی بنا پر تو دعوی کرتا ہے اگر تیری عزت پیسے سے ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر پیسہ چھین کر لے جائے بس تو بے عزت ہو گیا ختم ہو گئی عزت۔ تیری عزت اگر تاج سے ہے کسی نے تاج اتار لیا یا تو ہی رات کو سویا تاج کو میز پر رکھ کر تو تو بے عزت ہو گیا۔ اس لئے کہ تاج نہیں رہا سر کے اوپر۔ جس دن لباس اتار دیا بس تو بے عزت ہو گیا کیونکہ عزت تو تیری کھونٹے کے اوپر ٹنگ گئی جا کے۔ اس لئے عزت اگر ان چیزوں پر ہے یہ سب چیزیں تیرے سے باہر باہر کی ہیں تیرے اندر کا جوہر کون سا ہے، کہا کہ اگر تجھے دعوی ہے فخر کا شیخی کا عزت کا یہ تاج بھی اتار یہ لباس بھی اتار یہ قلعہ بھی چھوڑ یہ فوج بھی چھوڑ اور ایک لنگی باندھ کر میرے ساتھ دریا میں کود پڑ اور وہاں اپنے کمالات دکھلا کہ تیری ذات میں کون سا جوہر ہے۔ تب میں سمجھوں گا تو باکمال ہے تو تو نے کمال میں پیش کر دیں باہر کی چیزیں اس میں ایک چیز بھی تیرے اندر کی نہیں۔

اب بادشاہ بیچارہ شرمندہ اب کیا جواب دے اس کا چپ ہو گیا بادشاہ۔

میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ گویا سقراط نے یہ بتلایا کہ انسان کا کمال اندر کے جوہر سے حاصل ہوتا

ہے باہر کے جوہر سے اس کا کمال نہیں سونا اگر اچھا ہے اپنی ذات سے اچھا ہے مگر آپ کی اچھائی تو نہیں ثابت ہوگی اس سے۔ کپڑا اگر بہت بے نظیر ہے کپڑے کی خوبی ثابت ہوئی لیکن آپ کی خوبی تو اس سے ثابت نہیں ہوئی محل اور بلڈنگ اگر بہت اعلیٰ ہے تو وہ خوب نکلی اچھی نکلی لیکن آپ کی خوبی تو اس سے ثابت نہیں ہوئی خوبی وہ ہے جو انسان کے نفس کے اندر پیوستہ ہو۔ ایسا کمال ہو کہ اگر آپ زمین کے اوپر رہیں تب بھی با کمال اور زمین کے نیچے دفن کر دیا جائے تب بھی با کمال لباس پہن لیں جب بھی با کمال لباس اتار کے پھینک دیں جب بھی با کمال کمال اپنے اندر ہونا چاہیے۔ باہر نہ ہونا چاہیے ورنہ یہ تو ایسا ہو جائے گا کہ جیسے فن نحو کا جو امام تھا سیبویہ بہت بڑا عالم گذرا ہے گویا عربی گرامر کا اور صرف و نحو کا بہت اونچے درجے کا امام سمجھا گیا ہے جب یہ تعلیم پاتا تھا جو استاذ تقریریں کرتے تھے یہ نوٹ کرتا رہتا تھا۔ اور اتنی بڑی کاپی اس نے بنائی کئی سیر کے کاغذات کئے کہ جس میں تمام یادداشتیں لکھی ہوئی تھیں۔ تو طالب علمی کے زمانے میں وہ کاپیاں وہ نوٹ بکیں وہ دو تین سیر کے کاغذ اس کے پاس لکھے ہوئے رکھے تھے۔ طالب علم آدمی تھا اتفاق سے روٹی لینے جو گیا تو اس دستر خوان میں جس میں روٹیاں تھیں اسی میں اس نے وہ کاغذ بھی لپیٹ دئے، رکھے ہوئے وہ کتا جو آیا روٹی لے کے چلا تو وہ سارے کاغذات بھی لے گیا پوٹلی کی پوٹلی اٹھا کے۔ اب یہ چیختا ہوا اس کے پیچھے بھاگ رہا ہے دوڑ رہا ہے۔ کتا آگے آگے جا رہا ہے لوگوں نے کہا کہ سیبویہ کہاں جا رہا ہے کیوں بھاگ رہا ہے۔ اس نے کہا میرا علم لے کے چلا کتا اس کے پیچھے جا رہا ہوں۔ اس نے کہا ارے کم بخت وہ علم ہی کیا ہوا جسے کتا لے کے بھاگ جائے۔ اس نے کہا واللہ باللہ میری تو عمر بھر کی کمائی اس میں تھی وہ کتا لئے جا رہا ہے سارا ہی۔

تو جیسے سیبویہ نے اپنا علم کتے کو سپرد کر دیا تھا اس کے اندر کوئی چیز نہیں رہی تھی اسی طرح سے اگر اندر کوئی کمال نہ ہو تو اسے کتا بھی لے کے بھاگ جائے گا۔ تو وہ کمال ہی کیا ہوا جسے (کوئی) لوٹ کر لے جائے اور آدمی کورا رہ جائے۔ کمال وہ ہے کہ انسان کے نفس میں ہو ہزار آفتیں آویں مگر وہ با کمال رہے ہزار مصیبتیں آویں دشمن جو آئیں مگر وہ با کمال بنا رہے کمال اس کے نفس میں چھپا ہوا ہو۔ اور پیوست ہو وہی ہے اصل کمال۔

آپ نے تو حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سنا ہی ہو گا۔ مولانا رومی بہت بڑے عارف کامل ہیں مثنوی لکھی ہے اور مثنوی کو کہتے ہیں کہ ع

ہست قرآں در زبان پہلوی

گویا فارسی زبان میں اللہ نے قرآن لکھوا دیا ان کی زبان سے ان کے قلم سے۔ تو بہت بڑے امام گذرے تصوف کے۔ انہوں نے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے:۔ اور اس واقعہ سے عبرت دلانی مقصود ہے ان کو۔ اس کو آدمی اگر غور سے سنے اور تدبر کرے تو اسے بڑی عبرت حاصل ہوگی بڑی نصیحت حاصل ہوگی اس سے، تو مولانا

رومی نے لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ رومیوں میں اور چینیوں میں باہم لڑائی ہوئی۔ رومیوں کا دعویٰ یہ تھا کہ ہم زیادہ صناع ہیں دستکار ہیں۔ بہترین صنعتیں بناتے ہیں۔ ہمارے ہاتھ میں حکمت ہے بلڈنگیں بھی اعلیٰ سے اعلیٰ بناتے ہیں۔ کپڑا بھی بہتر سے بہتر برتن بھی غرض ہر سامان بہتر بناتے ہیں یہ تو رومیوں کا دعویٰ تھا چینیوں نے کہا ہم سب سے زیادہ بڑے صنّاع ہیں۔ ہم سے زیادہ بڑا دست کار اور ماہر دوسرا نہیں۔ اب دونوں میں لڑائی ہوئی جھڑپ شروع ہوئی۔ اس نے کہا ہم زیادہ ماہر انہوں نے کہا ہم زیادہ ماہر اتنی ہوئی جھڑپ کہ آخر مقدمہ پہنچا بادشاہ وقت کے پاس۔ بادشاہ نے کہا کہ بھائی جھگڑا کیا ہے تم میں۔ رومیوں نے کہا۔ صاحب ہم بڑے ماہر ہیں صناع ہیں دستکار ہیں۔ چینیوں نے کہا ہم زیادہ صنّاع دستکار ہیں۔

بادشاہ نے کہا کہ دعویٰ سے کام نہیں چلتا اپنی اپنی صنعت بنا کر دکھلاؤ تو ہم مقابلہ کر کے سمجھیں گے کہ کون زیادہ ماہر ہے تم میں سے تو بادشاہ نے ایک بہت بڑا ہال ایک کمرہ بنوایا بڑا۔ اور بیچ میں پارٹیشن کر کے بیچ میں دیوار کھڑی کر دی۔ اور رومیوں سے کہا کہ آدھے مکان میں تو تم اپنی صنعت دکھلاؤ نقاشی کی اور چینیوں سے کہا آدھے مکان میں تم اپنا کام دکھلاؤ۔ اس کے بعد ہم ایک دوسرے کے کام کا مقابلہ کر کے دیکھیں گے جس کا کام اعلیٰ ہوگا اسے ڈگری دیں گے۔ اس کو پاس کریں گے۔ چنانچہ وہ مکان بنا دیا گیا بیچ میں ایک دیوار کا پردہ کھڑا کر دیا گیا ایک طرف رومیوں نے اپنی دستکاری دکھلانی شروع کی۔ ایک طرف چینیوں نے۔ چینیوں نے تو یہ کیا کہ دیوار کے اوپر پلاستر کر کے رنگ برنگ کے پھول اور بوٹے اور بیلیں ایسی بنائیں کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ بس باغ و بہار ہے ساری دنیا کے چمن اور گلشن اسی دیوار کے اندر آگئے ہیں۔ قسم قسم کے پھول اور پتیاں۔ اور رنگ برنگ، ایک عجیب باغ و بہار بنا دیا۔ یہ تو چینیوں نے صنعت کی۔ رومیوں نے کیا کیا ایک پھول نہیں بنایا ایک بوٹا نہیں بنایا دیوار پر پلاستر کر کے اس کو صیقل کرنا شروع کیا مانجھنا شروع کیا۔ مانجھتے مانجھتے اتنا چمکا دیا کہ دیوار بالکل آئینہ بن گئی۔ یہ کام انہوں نے کیا۔

جب دونوں اپنے کام سے فارغ ہوئے تو اطلاع دی بادشاہ کو کہ ہم نے اپنی اپنی دست کاری بنا دی ہے اور محنت کر کے اپنے کاموں کا نمونہ تیار کیا ہے۔ اب آپ دونوں کو دیکھ کر فیصلہ دیجئے کہ کس کی صنعت زیادہ اعلیٰ ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ دیوار بیچ میں سے ہٹا دی جائے وہ جو پردہ اور پارٹیشن قائم کیا تھا۔ دیوار کا ہٹنا تھا کہ چینیوں نے جتنے پھول بوٹے بنائے تھے وہ سب ادھر نظر آنے لگے کیونکہ دیواریں تو صیقل ہو چکی تھیں اب بادشاہ حیران ہے کہ جو پھول پتے ادھر بنے ہوئے ہیں وہ ادھر بھی نظر آرہے ہیں۔ جو رنگ ادھر لگے تھے وہ رنگ ادھر بھی بلکہ ادھر زیادہ یہ دیکھنے میں آیا کہ ادھر کے پھول پتوں میں چمک نہیں تھی۔ اور یہاں چونکہ دیوار چمک رہی تھی اس میں آرہا تھا عکس تو پھول پتوں میں چمک بھی تھی۔ بادشاہ نے کہ رومیوں کی صنعت

بڑھ گئی چینی ہار گئے اس لئے کہ رومیوں نے اپنی صنعت بھی دکھلائی اور ان کی بنی بنائی صنعت کو چینیوں کے فنا کر دیا تو دگنی اور ڈبل صنعت ہو گئی۔ لہذا رومی کامیاب ہیں۔ ہم انہیں پاس کرتے ہیں اور چینی فیل ہو گئے ان کی صنعت کوئی بڑی صنعت نہیں نکلی۔

مولانا رومی یہ مثال دے کر کہتے ہیں کہ اے عزیز تو بھی رومیوں کی صنعت اختیار کر چینیوں کی مت کر تو اپنے دل کو مانجھ کر صیقل کر کے ایسا آئینہ بنا لے کہ دنیا کے سارے نقش و نگار تیرے دل کے اندر گھر بیٹھے ہوئے تجھے نظر آئیں ؎

ستم ست اگر ہوست کشد کہ بسیر سرو و چمن درآ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدہ ای در دل کشا بچمن درآ

بڑے ستم کی بات ہے کہ تو دنیا کی رنگینیوں پر فریفتہ ہو کر کبھی اس باغ میں کبھی اس چمن میں کبھی اس بوٹے پہ کبھی اس پتی پہ پھر رہا ہے تو اگر رومیوں کی طرز اختیار کرے دل کو مانجھ لے تو یہ ساری پھول پتیاں تجھے گھر بیٹھے دل ہی میں نظر آئیں گی۔ اور ساری دنیا تیرے دل میں چمک اٹھے گی۔ دل کو مانجھ کر رومیوں کی صنعت پیدا کر، تو اللہ میاں کے ہاں بھی پاس ہو جائے گا۔ تو حقیقت یہ ہے کہ یہ دل بڑی عجیب کیمیا بنائی ہے اگر باہر کی چیزیں چھین کر اندر لے آئے آدمی تو اس کا کمال ظاہر ہوتا ہے اور باہر باہر چمن کھلے رہیں اور دل اندر سے خالی رہے، اس کے لئے نہ نجات کی صورت ہے نہ نفع کی صورت ہے تو اصل چیز تو یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو مانجھے دل کو صیقل کرے آئینہ بنائے تو اللہ نے انسان کے دل میں دو دروازے رکھے ہیں۔ ایک دروازہ کھلتا ہے تو اسے عرش کی چیزیں نظر آتی ہیں تو ایک دروازہ کھلتا ہے تو فرش کی چیزیں نظر آتی ہیں۔ دل میں آنکھ ناک کان کے رستے سے جب دیکھے گا آدمی تو ظاہری چہک و مہک پھول بوٹے سب نظر آئیں گے۔ اور اگر ان آنکھ کان کے دروازے کو بند کر کے دل کے اندر کے دروازے کھولے گا تو عرش کی چیزیں نظر آئیں گی۔ وہاں سے علوم اور کمالات اترنے شروع ہوں گے تو دونوں رستے ہیں قلب کے اندر اگر اوپر کے دروازے بند کر دو گے صورتیں شکلیں نظر پڑیں گی نیچے کا دروازہ بند کر دو گے حقیقتیں کھلنی شروع ہو جائیں گی۔ دل میں دونوں قسم کی صلاحیتیں موجود ہیں تو اعلیٰ ترین صلاحیت یہ ہے کہ آدمی اوپر کی چیزوں کو جذب کرے اوپر کے کمالات کو علم خداوندی کو معرفت الٰہی کو اخلاق ربانی کو ملائکہ کی صفات کو ان کو جذب کرے گا۔ تو صحیح معنوں میں کامل انسان بنے گا۔ صحیح معنیٰ میں کامل بشر بنے گا۔ تو مولانا رومی کے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ اندر کی صفت پیدا کرو باہر کی صفت کے اوپر فریفتہ ہونا مت سیکھو باہر کی چیزیں بھی اگر ہوں گے وہ بھی جبھی کام دیں گی جب اندر کچھ جوہر موجود ہوگا۔ اور اندر خالی ہے تو باہر کی چیز نفع نہیں دے سکتی۔ اس واسطے اپنے دل کو صاف کر کے اسی طرف آنا پڑے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ایسی ہی بنیادی چیزوں کا ذکر فرمایا ہے کہ جس سے انسان کا اندرون روشن ہو، قلب میں روشنی اور آراستگی پیدا ہو۔ تو آپ نے فرمایا اَلنَّاسُ كُلُّهُمْ هَالِكُوْنَ اِلَّا الْعَالِمُوْنَ سارے انسان تباہ و برباد ہونے والے ہیں سب ہلاک ہو جانے والے ہیں۔ اگر بچیں گے تو اہل علم بچ سکتے ہیں یعنی جہالت میں انسان کی نجات نہیں ہے۔ علم میں انسان کی نجات ہے دنیا کا علم ہو یا دین کا علم ہو علم ہی سے رستہ نظر آتا ہے۔ جہالت سے رستہ نظر نہیں پڑتا۔ جہالت فی الحقیقت ایک اندھیری ہے اور علم فی الحقیقت ایک چاندنا ہے۔ تو چاندنے میں رستہ نظر پڑا کرتا ہے۔ اندھیرے میں راہیں نظر نہیں پڑتیں تو جہالت میں نہ دنیا کی بھلائی نظر آ سکتی ہے نہ آخرت کی بھلائی۔ آج دنیا بھی اگر آراستہ ہے سجی ہوئی ہے وہ بھی انسان کے علم کی وجہ سے سج رہی ہے۔ اور اگر آخرت درست ہے وہ بھی انسان کے علم ہی کی وجہ سے درست۔ آج یہ آپ کا شہر جگمگا رہا ہے۔ لاکھوں قمقمے بجلی کے روشن ہیں، شہر میں چاندنا ہے کوٹھی اور بنگلے روشن ہیں یہ چاندنا آپ کے علم کا ہے۔ بجلی کا نہیں۔ اگر علم کی اور سائنس کی قوتیں آپ استعمال نہ کرتے تو نہ قمقمہ بنتا نہ بجلی بنتی۔ اور بجلی اور قمقمہ نہ ہوتا تو یہ گھر اور شہر روشن نہ ہوتا۔ علم نے بنایا قمقمہ کو۔ علم نے دریافت کیا بجلی کو علم نے یہ صناعیاں کیں اس کی وجہ سے روشنی ہوئی۔ تو درحقیقت یہ علم کا چاندنا پھیلا ہوا ہے۔ اگر انسانوں میں جہالت ہوتی تو فن سائنس کو نہ جانتے تو یہ چاندنا سامنے نہ آتا تو درحقیقت یہ جو چمک میں آپ کو چمک نظر آ رہی ہے یہ آپ کے علم کی چمک ہے۔ بجلی کی چمک نہیں بجلی تو خود آپ کے علم سے آئی ہے علم نے . . . .

یہی علمی قوت ہے جو درحقیقت انسان کو اونچا بناتی ہے۔ دنیا کے اوپر غالب کرتی ہے علم کی قوت اگر جہالت ہو تو آدمی مغلوب ہے۔ زمین بے چاری علم نہیں رکھتی تو رات دن جوتوں میں پامال ہے۔ جانور علم نہیں رکھتے تو رات دن آپ کی غلامی میں مبتلا ہیں۔ کسی جانور کے کندھے پر آپ نے جوا رکھ رکھا ہے اس سے کھیتی باڑی کرا رہے ہیں کسی جانور کی کمر پہ زین کس رکھا ہے اور انسان سوار ہوا ہوا پھر رہا ہے۔ گھوڑا طاقت میں چوگنی طاقت رکھتا ہے انسان سے مگر دبا ہوا ہے انسان کے آگے اس لئے کہ علم کی قوت نہیں غریب کے پاس۔ اور یہ بھی اللہ کا فضل ہے کہ جانوروں کو اللہ نے علم نہیں دیا عقل نہیں دی۔ اگر کہیں گھوڑے اور بیل میں عقل آ جاتی اور انسان لگتا اس پہ زین کسنے تو گھوڑا کہتا کہ جناب ٹھہر جائیے پہلے دلیل سے ثابت کیجئے کہ آپ کو حق ہے مجھ پہ سوار ہونے کا کیوں میں کیوں نہ سوار ہو جاؤں آپ پر اور کیوں نہ زین کس دوں تو وہ گھنٹے تو مناظرہ ہوتا معلوم نہیں کشتی میں کون جیتتا کون ہارتا تو نہ سواری ہوتی نہ کھیتی باڑی ہوتی تو شکر کرو کہ اللہ نے انہیں جاہل بنایا انہیں عقل نہیں دی جانوروں کو۔ اس سے اتنی بات بھی معلوم ہوئی کہ کہیں جہالت بھی نفع دیتی ہے محض علم ہی نفع نہیں دیتا اگر دنیا میں جاہل نہ ہوں تو دنیا میں غلامی کرنے والا کوئی نہ ہو اور سب

کوئی نہ ہو تو آقا کی آقائی کیسے کام دے گی ۔ لیڈروں کی لیڈری تبھی چلتی ہے جب پبلک جاہل ہو اور سارے پڑھے لکھے عالم بن جائیں تو لیڈر کام نہیں کر سکتا تو بیچارے لیڈروں کی عزت تبھی بنتی ہے جب پبلک میں جہالت ہو تو جانوروں سے فائدہ تبھی اٹھایا جاتا ہے کہ جب جانوروں کے اندر عقل نہ ہو شعور نہ ہو ان میں شعور ہوتا ہو تو نہ کھینچی ہوئی نہ سواری ہوتی نہ خدمت ہوتا تو بہرحال ان تمام چیزوں پر جو غلبہ پایا ہے انسان نے وہ بدن کی طاقت سے نہیں پایا بدن میں تو طاقت میں گھوڑا زیادہ ہے ہم سے بیل زیادہ ہے وہ عقل اور علم کی طاقت سے آپ نے غلبہ پا رکھا ہے۔

وہ بچپن میں ایک حکایت سنی تھی ہم نے اور سنائی تھی عورتوں نے اب واللہ اعلم قصہ واقعی ہے یا فرضی ہے تو واقعہ اگر فرضی بھی ہو تو مثال دینے کے لئے کافی ہے ۔ عبرت پکڑنے کے لئے کافی ہے اور وہ قصہ یہ سنا تھا ہم نے اپنی ماں بہنوں سے جو ہمیں نصیحت کے لئے انہوں نے کہا تھا ۔ بچپن میں سنایا تھا کہ ایک شیر کا انتقال ہونے لگا تو اس نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ دیکھو بیٹا ہر چیز سے ملنا ۔ ہر ایک کے پاس جانا مگر انسان کے پاس مت جانا یہ بڑی ظالم چیز ہے اگر کہیں اس کے پاس چلے گئے تو تم خطا اٹھاؤ گے ۔ مصیبت میں مبتلا ہو گے ۔ تو ہر ایک سے ملنا مگر اس ظالم انسان سے مت ملنا یہ بڑی تباہی کی چیز ہے ۔

وہ شیر صاحب تو انتقال فرما گئے جو بادشاہ تھے سارے جنگل کے ان کی جگہ ولی عہد بنے ان کے صاحبزادے یعنی شیر کا بچہ ۔ شیر کا بچہ بہرحال تجربہ نہ رکھتا تھا جوان ہوا مگر عقل تو آتے ہی آتے آتی ہے وہ کیسی بھی عقل ہو جانور ہونے کی ہو ۔ یا انسان ہونے کی ہو عمر گزرنے کے بعد آتی ہے ۔ بچہ ہر ایک کا ناتجربہ کار ہوتا ہے ۔ جانور کا ہو یا انسان کا ہو تو بچپن تھا شیر کے بچے کا ۔ تو باپ تو اٹھ گیا ۔ شیر کا تو انتقال ہو گیا ۔

اس شیر کے بچے نے کہا کہ میرے باپ نے کہا تھا کہ دیکھو انسان کے پاس مت جانا یہ بڑی ظالم چیز ہے تو دیکھنا تو چاہئے یہ انسان ہوتا کیا ہے ۔ اور میرا باپ بہت ڈرتا تھا تو میرا باپ تو بادشاہ تھا سارے جنگل کا اور بڑی طاقت والا تھا وہ بھی ڈر رہا تھا تو معلوم ہوتا ہے انسان میں کوئی بڑی طاقت ہوگی ۔ شیر تو دو گز کا تھا معلوم نہیں انسان دس گز یا بیس گز کا لانبا ہوگا ۔ کیا چیز ہو گی انسان ، دیکھنا تو چاہئے ۔ باپ نے کہا تھا کہ انسان کے پاس بھی مت جانا یہ بڑی ظالم چیز ہے ۔ تو تم ارادہ مت کرو کہیں کسی مصیبت میں مبتلا نہ ہو جاؤ اس نے کہا نہیں بھائی کم سے ایک دفعہ دیکھنا تو چاہئے انسان کو یہ ہے کیا چیز ؟ تو چلے ، نصیحت باپ کی بھی نہیں مانی ۔ اور جو اس کے ہمدرد تھے ۔ انہوں نے نصیحت کی تھی شیر بھیڑیے نے گیدڑ نے سب نے مل کے نصیحت کی ہو گی نصیحت کسی کی نہیں سنی ۔ اس نے کہا دیکھنا چاہئے انسان کو ، تو چلے انسان کو دیکھنے کے لئے ۔ اتفاق سے سب سے پہلے نظر پڑی گھوڑے کے اوپر کہ چھلانگیں مارتا ہوا جا رہا ہے ۔ شیر کے بچے نے سمجھا کہ یہی انسان معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ میرے باپ سے ڈیڑھ گز

زیادہ لانبا ہے۔ شیر اتنا لمبا چوڑا نہیں ہوتا یہ تو بہت ڈیل ڈول کا ہے تو واقعی میرا باپ ڈرتا تھا۔ یہ اس سے دگنا تگنا ہے بس یہی انسان معلوم ہوتا ہے۔ تو قریب جا کے اس نے ڈرتے ڈرتے اس نے گھوڑے سے کہا کہ جناب ہی کا نام انسان ہے۔ ارے اس نے کہا کس ظالم چیز کا نام لیا میرے سامنے انسان کا ذکر مت کرو یہ تو بڑی ظالم چیز ہے۔ جسے انسان کہتے ہیں۔ میں بہت ڈیل ڈول کا ہوں مگر انسان میری کمر پر زین کستا ہے خود اس پہ لد کے سوار ہوتا ہے اس کے ہاتھ میں کوڑا ہوتا ہے۔ پڑا پڑ میری پیٹھ پہ کوڑے پڑ رہے ہیں میں بھاگتے بھاگتے تھک جاتا ہوں اور یہ انسان ہے کہ مارتے مارتے باز نہیں آتا۔ تو بھائی سب چیزوں کا ذکر کرنا مگر اس ظالم انسان کا نام مت لینا یہ بڑی مصیبت کی چیز ہے۔

شیر کے بچے نے کہا یا اللہ انسان کتنے ڈیل ڈول کا ہوگا۔ یہ ایسا لمبا چوڑا جانور یہ بھی ڈر رہا ہے انسان سے میرا باپ ڈرتا ڈرتا مر گیا کیا چیز ہوگی انسان۔ تو آگے چلے تو اتفاق سے اونٹ نظر پڑا۔ انہوں نے کہا یہ انسان ہے یقیناً۔ کوئی کل ہی سیدھی نہیں گردن ادھر کو جا رہی ہے کمر ادھر کو جا رہی ہے۔ ٹانگیں ادھر کو نکل رہی ہیں بس یہی گا انسان یہ تو گھوڑے سے بھی چار ہاتھ اونچا ہے۔ تو قریب جا کر انہوں نے اونٹ سے کہا کہ کیا آپ ہی کا نام انسان ہے۔ ارے اس نے کہا لاحول ولا قوۃ کس ظالم چیز کا نام لے دیا۔ انسان بڑی ظالم چیز ہے اس کا نام میرے سامنے مت لینا۔ اس واسطے کہ میں تو ایک میں ہوں میرے بھائی بند سو سو اونٹ اور ناک میں نکیل اور آگے جو رہا ہے اونٹ اس کی دُم میں وہ نکیل بندھی ہوئی اس سے آگے کی نکیل اس سے اگلے کی دُم میں۔ سو سو کی قطاریں ہوتی ہیں اور انسان کا ایک بچہ ہمیں ہنکاتا ہے۔ ہم بلبلاتے ہیں ہڑبڑاتے ہیں مگر ایک بچہ ہنکا کے لے جاتا ہے تو سو اونٹوں کی بھی کچھ نہیں چلتی انسان کے آگے یہ بڑی ظالم چیز ہے۔ اس کا نام مت لینا میرے سامنے

شیر کے بچے نے کہا یا اللہ انسان کتنی بڑی چیز ہوگی۔ یہ اتنے بڑے ڈیل ڈول کا یہ بھی ڈر رہا ہے انسان سے اور گھوڑے نے تو اپنی ہی مصیبت بیان کی تھی اس نے تو اپنی برادری کی مصیبت بیان کی کہ سو اونٹ مل جائیں تب بھی ایک انسان کے بچہ سے عاجز۔ ناک میں نکیل تو پھر یہ ڈرتا ڈرتا آگے بڑھا تو اتفاق سے ہاتھی نظر پڑ گیا بس اس نے کہا یہ ہوگا انسان اس لئے کہ اچھے خاصے چار ستونوں پر بلڈنگ بنی ہوئی ہے چھت پڑی ہوئی ہے اس پر ایک بڑا ہودہ رکھا ہوا ہے بس یہ انسان ہوگا۔ تو ڈرتے ڈرتے جا کے ہاتھی سے کہا کہ جناب ہی کا نام انسان ہے آپ ہی کو آدمی کہتے ہیں؟

ارے! اس نے کہا استغفر اللہ۔ کس مصیبت کا نام لیا انسان۔ میرے سامنے نام مت لے انسان، یہ بڑی واہیات بڑی ظالم چیز ہے میرے ڈیل ڈول پہ مت جانا۔ قد و قامت میرا نظر آ رہا ہے نہیں چار پانچ گز کا ہوں عمارت سی بنی ہوئی کھڑی ہے بلڈنگ کی مگر ایک انسان کا بچہ مہاوت میرے سر پر سوار ہوتا ہے

لوہے کا انکس[1] اس کے ہاتھ میں سے ذرا سا چھینا اور اس نے میرے سر پہ انکس مارا میں چنگھاڑتا ہوں اور کچھ نہیں کر سکتا گھوڑے کے منہ میں تو لگام بھی ہوتا ہے۔ مجھ پہ تو بے ڈھا بچے ہی سوار ہوتا ہے۔ انسان جیسے کہتے ہیں نہ لگام نہ نکیل اور میں مجبور ہوں اس کے آگے۔ شیر نے کہا یا اللہ انسان کیا چیز ہوگی۔ جو ملتا ہے ڈرتا ہوا ملتا ہے جو ملا وہ لرز رہا ہے کانپ رہا ہے کہ انسان بڑی ظالم چیز ہے۔

آگے چلا تو اتفاق سے ایک بڑھئی کا بچہ آٹھ دس برس کا ایک بڑا بھاری شہتیر چیر رہا تھا۔ اور بہت بڑا آرہ اس میں ڈال رکھا تھا اس سے چیرا جا رہا تھا اور جتنا وہ چیرتا تھا اس میں ایک کھونٹی ڈال دی تھی تاکہ اور نیچے کا حصہ چیرے۔ تو شیر کا یہ وہم بھی نہیں گذرا کہ یہ انسان ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ ذرا سا تو وہ بچہ آٹھ نو برس کا تو خطرہ بھی نہیں گذر سکتا تھا وہ ایک آدمی ہوگا۔ وہ دیکھ آیا تھا شیر کو اور اونٹ کو اور ہاتھی کو اور سب کو دیکھا کہ ڈر رہے ہیں انسان سے تو اس بچہ سے تھوڑا ہی ڈر سکتے ہیں۔ یہ تو آٹھ برس کا بچہ ہے تو یہ وہم بھی نہیں گذرا کہ یہ آدمی ہوگا۔ مگر تحقیق کے لئے اس سے پوچھا کہ بھئی انسان کہاں ملے گا؟

بڑھئی کے بچے نے کہا کہ جی انسان تو مجھے ہی کہتے ہیں۔ اچھا اس نے کہا تو انسان ہے یہ آدھ گز کا اتنا سا بچہ کہ جی ہاں انسان تو مجھے ہی کہتے ہیں تو شیر نے کہا لاحول ولا قوۃ۔ (باقی آئندہ)

---

[1] اس کو انکس بھی کہتے ہیں یہ لوہے کا ہوتا ہے اس کی نوک سر پہ مار کر ہاتھی چلاتے ہیں۔

بغداد (بقیہ از ص ۲۱)

و دجلہ و فرات رھما بشطرا عراق والنیل وھو نہر مصر؛

خان خیل: "تاریخ بغداد" کی جلد اول جس کا مؤلف خطیب بغدادی ہے۔ کے صفحہ ۲۰۱ پر یہ عبارت درج ہے۔

وادخل رسل صاحب الروم من دھلیز باب العامة الاعظم الی الدار المعروفة بخان خیل وھی دار اکثرھا اروقة باسطین رخام....

بادشاہ روم کے قاصدوں کو بڑے اور عام دروازے کے دہلیز سے داخل کر دئے گئے۔ اس دار (محل) کو جو خان خیل کے نام سے مشہور ہے اور اس میں سنگ مرمر کے ستون کے بہت سے برآمدے ہیں۔

اسی مقالہ میں کسی جگہ سواد عراق کی مماثلت سواد (سوات) پاکستان سے کی تھی۔ یہی "خان خیل" کا لفظ میری توجہ کا مرکز بنا۔ وہ یہ کہ سوات کے ایک گاؤں تھانہ ملاکنڈ میں ایک قبیلہ ہے جسے خان خیل کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

اوپر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خان خیل ایک محل کا نام تھا وہاں خان خیل کے وجود کو محسوس کیا جاتا تھا اس لئے اس نام سے محل موسوم کیا گیا جیسے آج کل گھروں، محلوں اور بنگلوں وغیرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مثلاً پاکستان ہاؤس، چین ہاؤس اور شوریٰ ہاؤس وغیرہ ہو سکتا ہے کہ پاکستانی خان خیل اسی زمانے کے باقیات صالحات سے ہوں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ڈاکٹر ابوالفضل بخت رواں
دانش آباد۔ پشاور یونیورسٹی

بغداد — اسلامی ثقافت کا مرکز

بغداد کے قصے کہانیاں پرانے زمانے سے مشہور ہیں۔ الف لیلہ و لیلہ (ایک ہزار ایک راتیں) کے قصے بغداد میں تخلیق کیے گئے اور وہاں سے براہ راست یا بالواسطہ دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئے۔ ان قصص سے قارئین کو جو عقلی اور روحانی خوشی ہوتی ہے اس کا اندازہ اس کی عالمگیر شہرت سے ہوتی ہے۔

چونکہ میں کافی عرصہ تک بغداد میں رہ چکا ہوں اور وہاں کے تاریخی اثرات کا بغور مطالعہ بھی کیا ہے اس لئے دوست و احباب مجھ سے بغداد کے متعلق کچھ نہ کچھ واقعات بیان کرنے کے لئے زور دیتے ہیں۔

مجلہ "الحق" کے قارئین چونکہ اسلامی ذوق رکھتے ہیں لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ جو واقعات زبانی احباب کو سناؤں ان کو ضبط تحریر میں لاکر قارئین "الحق" کو بھی شامل کروں۔

یہ مقالہ دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ ایک حصہ بغداد کے ماضی پر مشتمل ہوگا اور دوسرا عراق (بغداد) کے میرے احساسات و تاثرات کا احاطہ کرے گا پھر مدیر الحق کا حق ہے کہ اسے شامل اشاعت کریں یا نہ کریں۔

عراق: استداد زمانہ کے ساتھ عراق کا حدود اربعہ بڑھتا گھٹتا رہا۔ اس لئے ماضی کے عراق کے حدود اربعہ کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے پیارے رسول حضرت محمدؐ کے جد امجد حضرت ابراہیمؑ کا ملک تھا البتہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عراق کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔ نیچے اس کے متعلق عرض کرتا ہوں۔

۱۔ ابن العربی فرماتے ہیں :۔ انما سمی العراق عراقاً لانہ سفل من نجد ودنا من البحر۔ گویا نشیبی علاقے کو عراق کہتے ہیں۔ اس تسمیہ میں بصرہ وغیرہ کے علاقے بھی شامل کئے جا سکتے ہیں۔

۲۔ وقال غیرہ : العراق معناہ فی کلامہم الطیر وھو جمع عُرَقَۃ والعَرَقَۃ ضرب من الطیر
عربوں کے کلام میں عراق کے معنی پرندہ ہے۔ یہ لفظ درحقیقت عرقہ کا جمع ہے جو پرندے کو کہتے ہیں۔

۳۔ یقال : استعرقت ابلکم اذا اتت ذلک الموضع (العراق)
جہاں اونٹ کو زیادہ پسینہ آتا تھا لہٰذا اس جگہ کا نام عراق پڑ گیا۔

عراق اگر عرق سے ماخوذ مانا جائے تو درخت کی جڑوں اور انسانی رگوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ عراق کی زرعی اہمیت کی بنا پر ارد گرد کے علاقوں کے لیے رگوں اور جڑوں کا کام دیتا ہوگا۔

عراق کی فضیلت | حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اردگرد کے بلاد کے لیے دعا فرمائی۔ ایک آدمی نے کہا یا نبی اللہ! عراق کے بارے میں حضور کا کیا خیال ہے۔ آپ نے اسے روک دیا۔ تیسری دفعہ آپ نے اسے فرمایا۔

اصن العراق انت ؛ قال نعم قال ان ابی ابراھیم علیہ السلام ھم ان یدعوا علیھم فاوحی اللہ الیہ لا تفعل فانی جعلت خزائن علمی فیھم واسکنت الرحمۃ قلوبھم۔

خلاصہ حدیث یہ ہے کہ ابراہیمؑ نے اہل عراق کے لئے بددعا کا ارادہ فرمایا تھا لیکن اللہ نے منع کیا اور فرمایا "میں نے اپنے علم کے خزانے ان میں بھر دیے ہیں اور ان کے دلوں میں رحمت بسایا ہے۔

۵۔ حضرت عمرؓ نے کعب الاحبار کو لکھا: اخترلی المنازل کعب نے ہر بلاد کے خواص لکھے۔ عراق کے بارے میں لکھا اہل عراق علم اور عقل کے مالک ہیں۔ فلما ورد الکتاب علی عمر قال "فالعراق اذا فالعرق اذا" جب واپسی خط پہنچا تو آپ نے فرمایا "عراق تو عراق ہے"۔

۶۔ ایک موقع پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اھل العراق کنز الایمان وجمجمۃ العرب رمح اللہ عزوجل یحرزون ثغورھم و یمدون الامصار۔ اہل عراق ایمان کا خزانہ ہے۔ عربوں کی کھوپڑی ہے اللہ تعالیٰ کا نیزہ ہے۔ اپنی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہیں اور شہروں کی مدد کرتے ہیں۔

سواد | عربوں نے جب عراق سے فارسیوں کو مار بھگایا اور ان کے نہری نظام اور باغات و شجرات کی سرسبزی دیکھی تو عراق کو سواد کا نام دیا۔

۷۔ قال ابوعبیدہ ،سمی العراق بالسواد للخضرۃ التی فی النخیل والشجرۃ والزرع لان العرب قد تلحق لون الخضرۃ بالسواد فتضع احدھما موضع الاخر ومن ذلک قول اللہ تعالیٰ حین ذکر الجنتین "مدھامتان" ھما فی التفسیر خضروان لو صفت الخضرۃ بالدھمۃ وھی من سواد اللیل۔

یہ حقیقت ہے کہ شدت سبزی کالے رنگ کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پاکستان کے جنت نظیر علاقے کا نام اصل میں "سواد" تھا پتہ نہیں "د" کس طرح "ت" میں بدلا گیا ہے۔ ایک تاریخی مقولہ مشہور ہے جس وقت سیدو بابا صاحب کے ایک مرید نے کہا " صلہ سوات ختنگہ تور دے " (سوات کیسا کالا ہے) تو سیدو بابا نے جواباً کہا " خو مو پھم دے " (لیکن سود حال بھی ہے)

ہاں تو موضوع سے ہٹ گیا ہوں کہاں عراق اور کہاں سوات۔ قارئین کو پھر عراق لئے چلتا ہوں۔

بغداد کے متعلق نبی علیہ السلام کی پیشین گوئی عن ابی عثمان عن جریر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبنی مدینة بین دجلة و دجیل و قطوبل و الصراة تجی الیہا خزائن الارض وجبابرتہا لھی اسرع ذھابا فی الارض من الوتد الحدید فی الارض الرخوة۔

دجلہ معروف دریا ہے دجیل اس کی ایک شاخ ہے۔ قطربل اور صراۃ کا تعین کرنا مشکل ہے۔ بہرحال حضورؐ نے حدیث میں بغداد کا حدود اربعہ بیان فرمایا۔ پھر فرمایا۔ یہاں زمین کے خزانے اور جابر لوگ اکٹھے ہوں گے پھر اس کی تباہی کی مثال بھی دی۔ دوسری حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ " لھی اسرع انقلابا باھلھا من الوتد الحدید فی الارض الوخوة۔

تیسری حدیث میں یوں آتا ہے فلھی اسرع ذھابا فی الارض من المعمول فی الارض والنخوة او النخورة
پہلی اور دوسری حدیث میں تحدید (لوہے کی میخ کا ذکر ہے۔ تیسری میں المعول (کدال) فرمایا۔ اسی طرح زمین کی حیثیت (خوة) نخوۃ اور خورۃ بتائی ہے۔ جس سے اس کی نرمی مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ بغداد میں فتنے و فساد اس طرح سرایت کریں گے جس طرح نرم مٹی میں لوہے کی میخ یا کدال سرایت کرتی ہے۔
لفظ خورۃ۔ پشتو زبان میں " خورہ " نرم مٹی کو کہتے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ لفظ عربی سے پشتو میں آیا یا برعکس معاملہ ہے۔ تاریخی آثار بتاتے ہیں کہ پشتون قوم کے کچھ قبیلے عراق کی طرف چلے گئے تھے وہاں ایک قبیلہ اپنے آپ کو خالدی کہتا ہے ان کا کہنا ہے کہ ہم حضرت خالدؓ کی افغان نژاد بیوی کی اولاد ہیں۔
زوراء بغداد کا دوسرا نام تاریخ نے بغداد کو تین نام سے یاد کیا ہے۔ بغداد، زوراء اور مدینۃ الاسلام۔ پہلا اور تیسرا نام تو حدیث سے ثابت نہیں لیکن دوسرے کا ذکر موجود ہے

عن حذیفة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " تکون واقعة بین زوراء قالوا وما الزوراء یا رسول اللہ ؟ قال مدینة بین انہار ارض جوخی یسکنہا جبابرة امتی تعذب باربعة اصناف بخسف ومسخ وقذف۔ قال البرقانی ولم یذکر الرابع۔

۲۔ عن علی بن ابی طالب انہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول " تکون مدینة بین الفرات ودجلة یکون فیہا ملك بنی العباس وھی الزوراء قیل لعلی۔ یا امیر المومنین لم سمّاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الزوراء ؟ قال لان الحرب تدور فی جوانبہا حتی تطبقہا۔
دوسری حدیث میں حضرت علی نے زوراء کے معنی بتا دئے یہ لفظ مؤنث ہے زور کا الحرب (جنگ) عربی میں مؤنث مستعمل ہے۔

الحرب زوراء (زیارت یا ملاقات کرنے والی جنگ) جنگ کی مناسبت سے بغداد نام پڑ گیا۔

لفظ بغداد کی تحقیق | اسلام سے پہلے بغداد کسری کے زیر نگیں تھا۔ یہاں ایک بت تھا جسے لوگ بغ کہتے تھے اس کے ارد گرد علاقہ بغ داد (بت کا عطا کردہ) کے نام سے مشہور ہوا۔

والفقہاء یکرھون ھذا الاسم من اجل ھذا وسماھا ابو جعفر مدینۃ السلام لان دجلہ کان یقال لھا وادی السلام۔

فقہا اس نام سے نفرت کرتے تھے اس لئے ابو جعفر نے اس کا نام مدینۃ الاسلام رکھا چونکہ دجلہ وادی الاسلام کے نام سے مشہور تھا۔ بعض کہتے ہیں "بغ" کا پورا لفظ باغ ہے اور "داد" ایک آدمی کا نام تھا۔ باغ فارسی میں بستان کو کہتے ہیں۔ اس لئے اس باغ کو صاف کرکے شہر بسایا گیا جو بغداد کے نام سے مشہور ہوا۔

بغداد کی فضیلت | ۱۔ قال محمد بن سلام سمعت ابا الولید یقول قال لی شعبۃ ادخلت بغداد قلت لا، قال فکانک لم تر الدنیا راوی کہتا ہے کہ میں نے ابو الولید سے سنا کہ شعبہ نے اس سے کہا۔ کیا تم بغداد میں داخل ہوئے ہو؟ کہا نہیں۔ شعبہ نے کہا کہ گویا تم نے دنیا نہیں دیکھی۔

۲۔ اسی طرح محمد بن ادریس نے یونس بن الاعلیٰ سے پوچھا کیا تم بغداد گئے ہو؟ کہا نہیں۔ پھر کہا تو نے نہ دنیا دیکھی اور نہ لوگ۔

۳۔ یزید بن مزید۔ ہارون الرشید کو قصے سنایا کرتا تھا۔ رشید نے کہا۔
اے اعرابی! کیا تمہارا گھر اس محلہ میں ہے؟ اس نے کہا! نہیں!! فرمایا یہاں گھر بنا تو یہ دنیا والوں کا محلہ ہے۔

۴۔ احمد بن ابی طاہر سے روایت ہے۔ فرمایا! کہ کسی آدمی سے کہا گیا بغداد کیسے پایا؟ جواب دیا تمام زمین ویران ہے۔ صرف بغداد آباد ہے۔

۵۔ محمد بن سلام ابن علیہ کی وساطت کہتے ہیں " ما رایت قوماً اعقل فی طلب الحدیث من اہل بغداد۔ بغداد والوں کے سوا میں حدیث کے طلب میں زیادہ سمجھدار اور کسی قوم نہیں دیکھا۔

۶۔ امام شافعی سے روایت ہے۔" ما دخلت بلداً قط الا عددتہ سفراً الا بغداد فانی حین دخلتھا عددتھا وطناً (کسی بھی ملک میں مسافر ہی رہا۔ صرف بغداد کو میں نے اپنے وطن کی طرح پایا۔

ملاحظہ۔ ابن جبیر اندلسی نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے کہ جب پہنچا تو میں نے وہاں کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی جس میں اجنبیت ہو۔ راقم الحروف کا بھی یہی تجربہ ہے کہ تقریباً چار سال کے قیام میں بغداد کی سکونت شاق نہیں گذری۔ اگر وطن میں بال بچوں کی ذمہ داری نہ ہوتی تو بغداد کو اپنا وطن بنا لیتا۔

۷۔ ابن مجاہد المقری امام القرات فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ابن العلاء کو خواب میں دیکھا۔
فقلت لہ ما فعل اللہ بک؟ فقال لی دعنی مما فعل اللہ بی۔ من اقام ببغداد علی السنۃ والجماعۃ ومات نقل

من جنۃ الی جنۃ۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو اہل السنۃ اور جماعت میں سے ہو تو جنت بغداد سے جنت آخرت میں تبدیل ہوتا ہے۔

۸۔ ابن عیاش یقول ۔ الاسلام ببغداد وانہا لصیادۃ تصید الرجال ومن لم یرہا لم یر الدنیا (یہ تو رجال کے شکار کی جگہ ہے۔

۹۔ علی بن المحسن التنوخی نے فرمایا۔ بغداد کی نماز جمعہ، مکہ کی نماز تراویح اور طرطوس (شام) کی نماز عید میں خوب لطف آتا ہے۔

۱۰۔ ابوبکر بن الصلت فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ بغداد میں جمعہ کی نماز کسی وجہ سے فوت ہو گئی۔ رات کو خواب کوئی کہہ رہا ہے کہ تم نے اللہ کے ستر ولیوں کی معیت میں نماز پڑھنی ترک کر دی۔

۱۱۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ بغداد میں قیام ترک کر دوں۔ خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ تم ایسے شہر کو چھوڑ رہے ہو جہاں دس ہزار اللہ کے ولی رہتے ہیں۔ لہذا میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

۱۲۔ ابوبکر بن حمزہ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے ایک دوست نے خط میں لکھا۔ کہ "میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ بغداد کے اٹھانے کی بات کر رہا ہے۔ دوسرا کہہ رہا ہے کہ آج رات یہاں پانچ ہزار قرآن ختم ہوئے تم اسے کیسے اٹھاؤ گے؟

۱۳۔ ابراہیم بن عبداللہ نے کہا کہ میں اپنے والد کے ساتھ ابو عثمان الجاحظ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے دس شہروں کا سفر کیا ہے اور یہ تاثر لیا ہے کہ الصناعۃ بالبصرۃ والفصاحۃ بالکوفۃ والخیر ببغداد والغدر بالری۔ والحسد بھراۃ والجفا بنسابور والبخل بمرو والمطرمۃ بسمرقند والمروۃ ببلخ والتجارۃ بمصر۔

عیاش بن الحسن الدیلمی کا کہنا ہے کہ اسے بغداد میں ایک شیخ جسے عربی پر طولی حاصل تھا ملا شیخ نے کہا۔ مسافرت الآفاق وخلت والبلدان من حد سمرقند الی القیروان (افریقیہ) ومن سرندیب الی بلد الروم فما وجدت بلداً افضل ولا اطیب من بغداد۔

یعنی تمام اسلامی ممالک میں بغداد جیسا بہترین و پاکیزہ شہر اسے نہیں ملا۔ ابوالقاسم عبیداللہ فرماتے ہیں ابوالمعری (جو نابینا تھے) کا ہاتھ پکڑے ہوا تھا اس نے میرا ہاتھ مسلتے ہوئے کہا کہ یہ عظیم شہر ہے کسی نہ کسی عالم فاضل شخص سے ملاقات ہو جاتی ہے۔

ذوالنون کا کہنا ہے کہ میں ایک دفعہ بغداد میں گرفتار رہا۔ ایک سقہ سے پانی پلانے کی خواہش ظاہر کی اس نے پانی پلایا۔ میں نے اسے ایک دینار پیش کیا اس نے لینے سے انکار کیا اور کہا کہ آپ قیدی ہیں اور قیدی سے رقم وصول کرنا نامناسب ہے۔

سلیمان بن موسیٰ کہتے ہیں۔ اذا کان علم الرجل حجازیاً وخلقہ عراقیاً وطاعتہ شامیاً فقد کمل (یعنی مکمل انسان) وہ ہے جس کا علم حجازی، اخلاق عراقی اور طاعت شامی ہو۔

احمد بن جعفر فرماتے ہیں کہ دوست واحباب کی مجلس میں جب بغداد کا ذکر ہوتا تھا تو اکثر بلدۃٌ طیبۃٌ ورب غفور کی تلاوت ہوتی تھی۔

بغداد شعراء کی نظر میں | بغداد کے متعلق نظم اور نثر میں اتنا کچھ لکھا گیا ہے کہ اس مقالے میں ان کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ نثر کے شذرات آپ نے ملاحظہ فرمائے اب کچھ ابیات ملاحظہ ہو محمد بن خلف ہمدانی فرماتے ہیں۔

فدیً لک یا بغداد کل قبیلۃ	من الارض حتی خطتی و دیاریا

اے بغداد میرا ملک وعلاقہ اور ہر خطہ زمین میرا اور ہر قبیلہ تجھ پر قربان ہو

فقد طفت فی شرق البلاد وغربہا	وسیرت رحلی بینہا ورکابیا

میں مشرق اور مغرب میں پیدل اور سوار پھر رہا ہوں۔

فلم ارفیہا مثل بغداد منزلاً	ولم ارفیہا مثل دجلۃ وادیا

لیکن بغداد جیسا ٹھکانہ اور دجلہ جیسی وادی نہیں دیکھی

ولا مثل اھلہا ارق و شمائلاً	اعذب الفاظ واحلی معانیا

اور نہ اہل بغداد کی طرح نرم مزاجی پر معنی اور پیاری باتوں والے لوگ میں نے دیکھے۔

یقیم الرجال الاغنیا بارضہم	وترمی النوی بالمقترین المرامیا

اہل بغداد کی سرزمین پر اغنیا بستے ہیں جو دل وجان سے فقرا کی مدد کرتے ہیں

ایک اور شاعر بغداد کے اوصاف اس طرح بیان کرتا ہے۔

سقی اللہ صوب الغادیات محلۃً	ببغداد بین الکرخ فالخلد فالجسر

اللہ تعالیٰ صبح کے بادلوں سے بغداد اور کرخ کے درمیانی علاقے خاص طور پر قصر الخلد اور منطقہ پل کو سیراب کرے۔

ھی البلدۃ الحسنا خصت للاھلہا	باشیاء لم یجمعن مذکن فی مصر

بغداد تو دلہن جیسا شہر ہے اس کے اہل کو ایسی نعمتوں سے نوازا گیا ہے جو کسی دوسرے شہر کو نہیں نوازا گیا۔

ہواءٌ رقیق فی اعتدال وصحۃ	وماءٌ لہ طعم الذمن الخمر

اس کی ہوا صحت بخش، معتدل اور مزیدار ہے اور اس کا پانی تو شراب سے زیادہ لذیذ ہے

ودجلتھا شطان قد نظمالنا	بتاج الی تاج وقصر الی قصر

اس کے علاوہ دجلہ کے دونوں کناروں نے تاجوں اور محلات کو پروئے ہیں

تراہ کمسک والمیاہ کفضۃ	وحصباؤھا مثل الیواقیت والدّری

(اے مخاطب) تو بغداد کو مشک کی طرح خوشبودار اور اس کے پانی کو چاندی کی طرح سفید اور اس کی کنکریاں

یاقوت و گوہر کی طرح پائے گا۔

ایک اور شاعر نے بغداد کی تعریف ان ابیات میں کی ہے

علی بغداد معدن کل طیب　　　و مغنی نزہۃ المتنزھینا

(میری جان فدا ہو) بغداد پر جو ہر قسم کی خوشی کا خزانہ ہے اور ہر قسم کی طرب و خوشی طلب گاروں کیلئے جائے غنا ہے۔

سلام کلما جرحت بلحظ　　　عیون المشتہین المشتہینا

ان عشاق پر میرا سلام ہو جن کو (بغداد) کی ماہ پیکر نازنینوں نے زخمی کیا ہوا ہے۔

دخلنا کارہین لھا فلما　　　الفنا ہا خرجنا مکرہینا

ارے ہم نے تو بغداد سے نفرت کرتے ہوئے اس میں داخل ہوتے تھے اور جب ہم نے اسے اپنا الیف و حلیف بنایا تب ہم ناپسندیدگی کے ساتھ اس سے نکلے۔

میں سمجھتا ہوں کہ آخری شعر شاعر نے میرے حق میں کہا ہے یہی حال میرا تھا۔ ابتدا میں بغداد کو بری نگاہ سے دیکھتا تھا لیکن جب عادی ہوا اور وہاں کے ماحول میں رہنے سہنے لگا تو نکلتے وقت رونا آتا تھا۔ ایک دفعہ جب یونیورسٹی تین ماہ کی تعطیلات کے لئے بند ہوئی اور میں پاکستان آیا۔ تو آپ یقین کریں کہ تین ماہ مجھے تین سال کے برابر لگ رہے تھے۔

دجلہ و فرات | بغداد جو عراق کا دل ہے۔ یہاں کے دریاؤں کا بیان کرنا بھی ضروری ہے۔

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال نہران من الجنۃ النیل والفرات

یعنی ان نہروں کو جنتی نہروں سے صفائی اور لذت میں کچھ نسبت ہے۔

دوسری حدیث میں ہے جس کے راوی حضرت ابوہریرہؓ ہیں فرماتے ہیں ا۔

فجرت اربعۃ انہار من الجنۃ۔ الفرات والنیل وسیحان وجیحان

چار نہریں جنت کی نہروں سے کچھ نسبت رکھتی ہیں۔ فرات، نیل، سیحان اور جیحان

ابو حبیب، ابو الخیر سے روایت کرتے ہیں کہ کعب نے کہا۔

نہر النیل نہر العسل فی الجنۃ ونہر دجلہ نہر اللبن فی الجنۃ والنہر الفرات نہر الخمر فی الجنۃ ونہر سیحان نہر الماء فی الجنۃ فاطفا اللہ نورھن لیصیرھن الی الجنۃ

یعنی یہ نہریں بالترتیب، شہد، دودھ، شراب اور پانی کی جنت نظیر نہریں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی تیزی کم کر دی تاکہ جنت کی نہروں کی تاثیر کم نہ ہو۔

ابن عباسؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

انزل اللہ من الجنۃ الی الارض خمسۃ انہار سیحون وھو نہر الھند وجیحون وھو نہر بلخ

(بقیہ ص ۴۳ پر)

تغیّر کی دنیا میں
رُوح افزا کو دوام حاصل ہے
رُوح افزا جیسے سچّے مشرُوب کی تخلیق میں طویل تجربہ،
فنّی مہارت اور طبّی علم و دانش کا بڑا ہاتھ ہے۔ اس کی کوالٹی بھی
اسی مہارت سے قائم و دائم رکھی جاتی ہے۔
بے شک ذائقہ، تاثیر اور رنگ میں کوئی مشروب
رُوح افزا کا ثانی نہیں۔
مشروبات میں سرِ فہرست
رُوح افزا
ہمدرد
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں
اخلاق عملاً مذہب ہے اور مذہب اصولاً اخلاق
Adarts HRA-2/81
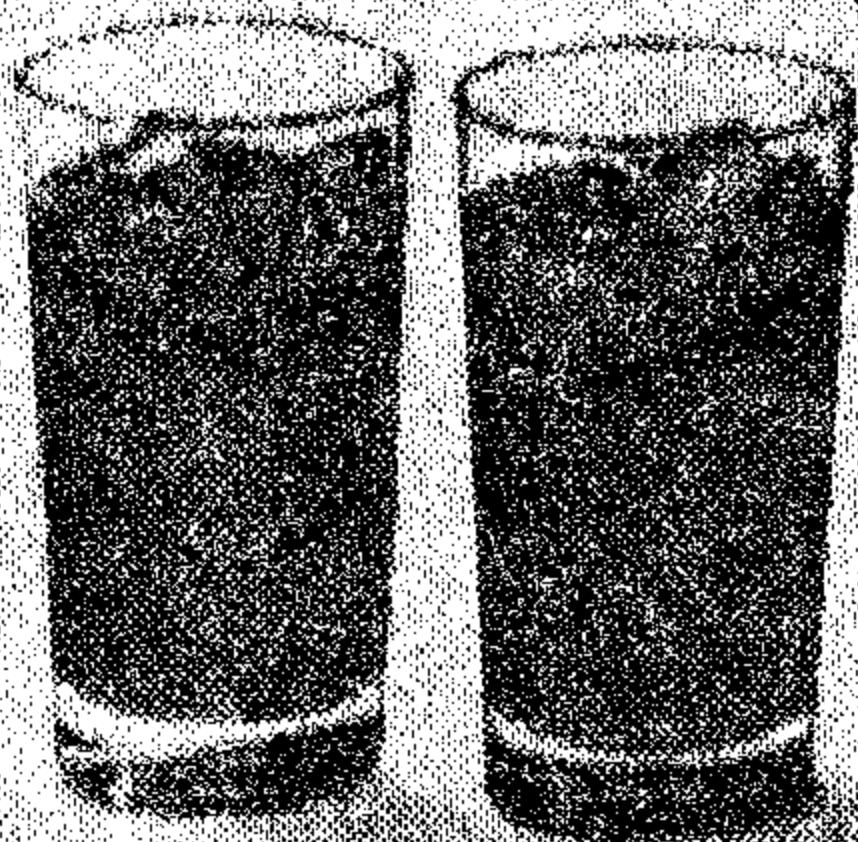
یادِ رفتگان

ازمولانا عبدالحلیم اثرؔ افغانی

مولانا الشیخ عبدالحلیم اخندزادہ رح

صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ

عزیزی مولانا سمیع الحق سلمہ اللہ وکان اللہ لہ

مجلہ الحق اکوڑہ کے تازہ شمارہ بابت ماہ فروری ۱۹۸۳ء میں حضرت مولانا عبدالحلیم صدر مدرسین جامعہ حقانیہ کی وفات کی خبر پڑھی۔ میری طرف سے مرحوم کی تعزیت منظور فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ اور ان کے پس ماندگان اور اراکین دارالعلوم کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔

ذیل میں مرحوم کے متعلق چند سطور ارسال کر رہا ہوں اسے یادِ رفتگان کے طور مرحوم کے ایک ہم عمر اور ہم درس کے عینی شاہد راوی کی زبانی اپنے مجلہ میں شائع کر دیں گے۔ میں نے مرحوم کے نام کے ساتھ لفظ اخندزادہ کا اضافہ کیا ہے۔ اس کی وضاحت آجاتی ہے۔

پہلی ملاقات | چند ماہ پہلے راقم الحروف عبدالحلیم اثرؔ نے دارالعلوم حقانیہ کی زیارت کی تھی۔ لیکن مرحوم مولانا اخندزادہ عبدالحلیم رخصت پر تھے۔ ملاقات نہ ہو سکی۔ اس لئے مرحوم سے اپنی پوری زندگی میں اس پہلی ملاقات کا ذکر کروں گا جو آج ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۳ء سے ساٹھ سال پہلے ۱۳۴۳ھ ۱۹۲۴ء میں ہوئی تھی اور اس ملاقات کی یادوں کے نقوش ابھی تک ذہن میں باقی ہیں باقی ہیں۔ ایک عرب شاعر نے کہا تھا ؎

کان لم یکن بین الحجون الی الصفا — انیس ولم یسمر بمکۃ سامر

جیسے اجا اور صفا دونوں پہاڑیوں کے درمیان کوئی دوست باقی ہی نہ رہا اور نہ مکہ میں کسی رات کو کہانی سنانے والی شخصیت باقی رہی ہو جس نے بیٹھتے ہوئے دنوں کی کہانی سنائی ہو۔

راقم الحروف عبدالحلیم اثرؔ سمر اللیل کے طور کچھ کہانی سنانے چلا ہے اس میں مرحوم کی یادیں ملیں گی۔ مرحوم کے آباؤ اجداد اور مشاہیر کا تذکرہ ملے گا۔ اور کچھ ان اساتذہ کرام کا تذکرہ ملے گا جن سے راقم الحروف اور اخندزادہ مرحوم نے فیض علمی حاصل کیا تھا۔

جلالیہ | راقم الحروف اور مرحوم اخندزادہ عبدالحلیم کی پہلی ملاقات ضلع اٹک وادی چھچھ کے موضع جلالیہ میں درسگاہ حضرت مولانا السید الشیخ عبدالشکور علیہ الرحمۃ میں ہوئی تھی۔

سید عبدالشکور | سب سے پہلے حضرت مولانا السید عبدالشکور کے متعلق چند کلمات لکھوں گا کہ حضرت الاستاذ سید عبدالشکور حضرت مولانا السید الشیخ عبدالحیٔ الحسنی فرنگی محلی لکھنوی کے شاگرد تھے اور آپ حضرت شیخ احمد زینی دحلانی مفتی مکہ مکرمہ کے شاگرد تھے۔ حضرت احمد زینی دحلان کی تالیفات میں سے ان کی ایک تالیف جو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان کوفی پر ہے حدیقۃ النعمان قابلِ ذکر ہے۔

حضرت الاستاذ السید الشیخ مولانا عبدالشکور کا شجرہ نسب یہ ہے۔ سید عبدالشکور ولد سید عبدالحمید (ثانی) ولد سید محمود ولد علی ولد شاہ محمود ولد عبدالحمید (اول) ولد جلال الدین عبداللہ (بانی قصبہ جلالیہ) ولد عبدالسلام ولد محمد رحمت اللہ ولد محمود ولد علی زین العابدین ولد نصیر الدین موسیٰ رحمۃ اللہ علیہم۔

۱۳۴۳ھ ۱۹۲۴ء میں اس درسگاہ میں طالب علموں کی تعداد ۴۷ تھی۔ اور ان میں سب سے کم عمر طالب علم ہم تین تھے راقم الحروف۔ اخندزادہ عبدالحلیم اور ان کے ایک چھوٹے بھائی جن کا نام یاد نہیں آرہا۔ میرے اور اخندزادہ عبدالحلیم کی عمر میں ایک سال دو کا فرق ہو یا نہ ہو۔ راقم الحروف ذرا دبلا پتلا سا تھا اور اخندزادہ عبدالحلیم گول مٹول بھرے بھرے جسم کا جیسے بدن میں کوئی ہڈی ہی نہ ہو۔ میرے اور ان کے دونوں کا رنگ سانولا، دونوں کی بڑی بڑی کالی آنکھیں۔ کشادہ ابرو۔ لیکن اخندزادہ عبدالحلیم کی آنکھیں خمار آلود رہتیں۔ میں ذرا شوخ اور اخندزادہ کم گو۔ خاموش۔ ہر وقت اپنے داہنے ہاتھ کا تکیہ لگائے دراز رہتے۔ اور دیکھنے والے کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑ کر دیکھنے میں انہیں ٹوکتا یہ نگاہیں عاشقانہ ہیں یا معشوقانہ بہر حال پیار بھری نگاہیں تھیں۔

ہمارے ایک دوسرے ہمدرس تحصیل صوابی موضع مینئی کے رہنے والے تھے۔ دبلے پتلے لانبے تڑنگے جیسے تھے ہمارے ہم عمر ہی تھے۔ ان کا نام ذہن سے نکل گیا ہے۔ بعد میں موضع طورو کے مسجد صاحب زادگان میں میرے ہمدرس بھی رہے تھے پتہ چلا ہے کہ یہ صاحب بھی فاضل عالم بن کر نکلے۔ کچھ عرصہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں مدرس بھی رہے۔ ان کا نام یہاں لکھ دیں تو بات بن جائے [1]

---

[1] آپ کا نام شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمن تھا۔ دارالعلوم حقانیہ میں آپ نے تدریس نہیں کی۔ تدریس کا زیادہ تر زمانہ میرٹھ، چارسدہ، راولپنڈی میں گذارا۔ علم اصول حدیث میں آپ کی تصنیف جواہر الاصول فی مصطلح احادیث الرسول مشہور ہے۔ مورخہ ۵ر مارچ ۱۹۷۵ء کو لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور میں آپ کا وصال ہوا۔ جنازہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے پڑھایا اور تین بجے آبائی گاؤں موضع مینئی میں سپرد خاک کردئے گئے۔ (ثانی)

مولانا السید الشیخ عبدالشکور جن کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان دنوں ان کی عمر ایک سو دس سال سے زیادہ تھی اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان کے حواس خمسہ بحال تھے۔ بینائی ایسی کہ بغیر چشمہ لگائے قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ سر قد۔ کمر میں کوئی خمیدگی نہیں۔ مال مویشی کو کنوئیں پہ پانی پلاتے خود لے جایا کرتے۔ سفید نورانی چہرہ۔ سفید لباس۔ سفید عمامہ۔ وہ خود درس نہ دیتے بلکہ یہ فریضہ ان کے فرزند اکبر مولانا عبداللطیف ادا فرماتے۔ جن سے راقم الحروف کتاب اصول شاشی اور اخوندزادہ عبدالحلیم کتاب کافیہ در علم نحو پڑھ رہے تھے۔ راقم الحروف اسی گاؤں کے ایک دوسرے عالم مولانا سید عبدالرشید سے شرح جامی پڑھ رہا تھا۔

اتفاق دیکھئے کہ راقم الحروف کے جد امجد سید عبداللطیف حضرت مولانا السید عبدالشکور کے جد امجد سید عبدالمجید کے شاگرد رہے تھے۔ ان اجداد کرام کی روحانی تصرفات کی بدولت راقم الحروف نے حضرت مولانا السید الشیخ عبدالشکور سے استدعا کی کہ وہ بہ نفس نفیس مجھے کچھ پڑھائیں۔ جو انہوں نے منظور فرمایا۔

<u>تتمۃ النحو</u> ایک کتاب صوبہ سرحد کے مدارس میں پڑھائی جاتی ہے جس کا نام ہے تتمۃ النحو۔ حضرت الاستاذ مولانا السید الشیخ عبدالشکور کے پاس اس کا ایک مطبوعہ نسخہ تھا جو ۱۲۵۲ھ-۱۸۳۶ء میں کانپور میں چھپا تھا اس کے سرورق پہ یہ عبارت درج تھی۔

- "تتمۃ النحو من تالیف مولانا محمد یوسف ابن محمد یعقوب یوسفزائے"

اس کتاب کے متعلق وادی سمہ، سوات اور وادی پشاور کے لوگوں کو یہ علم نہیں ہے کہ یہ کتاب ایک یوسفزائے عالم کی تالیف ہے ہم اسے مفاخر یوسفزائے میں شمار کر سکتے ہیں۔

باوجودیکہ تتمۃ النحو علم نحو کی ابتدائی کتاب ہے اور اسے میں پڑھ چکا تھا لیکن حضرت الاستاذ کے ارشاد کے مطابق اس کتاب کا دیباچہ ان سے پڑھ کر شرف تلمذ حاصل کیا۔

<u>ارجوزۂ سینا۔</u> حضرت الاستاذ کے پاس ایک مختصر سی منظوم مصر کی چھپی ہوئی کتاب تھی ارجوزۂ سینا۔ یہ علم طب کی کتاب تھی۔ استاد مرحوم نے اس کے ابتدائی اشعار میں مجھے شرف تلمذ بخشا۔ اس کے چند اشعار ذہن میں محفوظ ہیں۔ جو شیخ ابو علی ابن حسین ابن سینا المعروف ابو علی سینا کے رجز یہ اشعار میں سے گوہر آبدار ہیں ؎

اسمع بنیّ وصیتی واعمل بہا	والطب معقود بنص کلامی
اجعل غذائک کل یوم مرۃً	واحذر طعاما قبل ھضم طعامی
لا تشربنّ عقیب اکلٍ عاجلاً	فتقود نفسک للاذی بزمامی
واحفظ منیک ما استطعت فانہا	ماء الحیات یراق فی الارحامی

<u>حدائق النعمان</u> حضرت الاستاذ نے اپنے شیخ احمد ابن زینی دحلان کی تالیف حدائق النعمان مطالعہ کے لئے عنایت

فرمائی۔ اس کے سند کی اجازت دی۔ اور میں نے اس پر اپنے بچپنے ہی میں عربی زبان میں تتمۃ الافغان کے نام سے تعلیقات لکھیں ان تعلیقات کی دھندلی سی یادیں اب بھی ذہن میں محفوظ ہیں۔

اخندزادہ عبدالحلیم نے مولانا السید الشیخ عبدالشکور کے فرزند اکبر سے شرف تلمذ حاصل کیا تھا۔ ان کا سلسلہ تلمذیوں رہا۔ عبدالحلیم عن عبداللطیف عن ابیہ عبدالشکور عن سید عبدالحیٔ الحسنی ہو عن ابیہ سید عبدالحلیم الحسنی و ایضاً عن سید احمد زینی دحلان محدث و مفتی مکہ۔

راقم الحروف نے حضرت السید الشیخ عبدالشکور الحسینی سے ان کے استاذ سید عبدالحیٔ لکھنوی کے طرز تالیف و تصنیف کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ اور اس بزرگ استاد کے طریقہ کی پیروی کرتے ہوئے تصنیف و تالیف کی طرف توجہ دی اور یہ ان کے فیوضات کی برکت ہے کہ اس وقت مجھے عربی۔ فارسی۔ پشتو اور اردو زبانوں میں کتابوں کے ایک کثیر تعداد کی تالیف کی سعادت حاصل رہی ہے۔ ولِلّٰہ الحمد

لطیفہ۔ موضع جلالیہ کے قیام کے دوران ایک لطیفہ پیش آیا۔ جس کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اس لطیفہ کا پس منظر یہ ہے کہ صوبہ سرحد کی وادی بونیر میں دو پہاڑیاں ہیں ۱۔ کوہ دوسرا ۲۔ کوہ ایلم۔ اس وادی کے لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے تھے۔ (الف) ایک گروہ کا دعویٰ تھا کہ کوہ دوسرا سب سے اونچی پہاڑی ہے (ب) اور دوسرے گروہ کا دعویٰ یہ تھا کہ کوہ ایلم سب سے اونچا پہاڑ ہے۔ اس سوال پر لڑائی جھگڑے بھی ہوئے۔ کوہ ایلم کے طرفدار پتھر ڈھو کر کوہ ایلم کی چوٹی بلند تر بناتے رہے۔ ایک دفعہ کوہ ایلم کو کھانسی زکام کی شکایت ہوگئی لہذا مسور کی دال پکا کر اسے پلاتے رہے[1]

ہمارے ایک ہمدرس طالب علم کا نام تھا عبدالواحد بونیری۔ پتہ چلا کہ جناب کوہ ایلم کے طرفداروں میں سے ہیں۔ طالب علموں کو دلچسپی کا موقعہ ہاتھ آیا۔ جب کھانا کھانے کے لئے بیٹھتے اس وقت کوہ ایلم کی ہجو شروع ہو جاتی۔ دیکھو یہ کوہ ایلم بھی کوئی پہاڑ ہے۔ پہاڑ اگر ہے تو کوہ دوسرا ہے۔ اور بے چارہ عبدالواحد آنکھوں میں آنسو بھر لاتا اور کھانا کھائے بغیر اٹھ جاتا۔ آخر طلبا نے آپس میں مشورہ کیا کہ بیچارے عبدالواحد کی اکیلی جان ہے کچھ طلبا اس کے ساتھی بن جائیں تاکہ اس کھیل میں جان پڑے۔

فیصلے کے مطابق چودہ طلبا بونیری طالب علم عبدالواحد کے ساتھی بن گئے جن میں سے ایک راقم الحروف بھی تھا۔ اور باقی طلبا کوہ دوسرا کے طرفدار بن گئے۔ جن میں سے ایک اخندزادہ عبدالحلیم بھی تھا۔ اب کھانا کھاتے وقت دونوں طرف سے مبالغہ آرائی کی حد تک دلائل دیے جاتے۔ اس سلسلے نے راقم الحروف نے ایک پشتو نظم لکھی جو میری شاعری کے

---

[1] سروے کے بعد معلوم ہوا کہ کوہ دوسرا کی چوٹی کوہ ایلم سے بلند ہے۔ (رفانی)

آغاز کی پہلی نظم ہے۔ اس کا ایک شعر تھا ۔

دا برهان دے چه پرے شی الزام د خصم　　　چه په خوا کښې د ايلم دے پير بابا پروت

اس شعر کی بنیاد اس روایت پر ہے کہ ایک بونیری سے کسی نے پوچھا کوہ ایلم بڑا ہے یا پیر بابا۔ اس پر بونیری نے جواب دیا کہ خدا تجھے ایسا حیران کردے جس طرح تو نے مجھے حیران کیا ہے ۔

آخر تنگ آکر عبدالواحد بونیری نے خوشامد میں تمام طلباء کی دعوت کی جس پر پانچ روپے نقد خرچ آتے جو آج کل کے پانچ سو روپے کے برابر ہیں۔ لیکن اب وہ باتیں کہاں۔ آج کوہ ایلم اور کوہ دوسرا کے سوال پر کوئی لڑائی نہیں۔

اخندزادہ عبدالحلیم مولوی | راقم الحروف نے ابتداء میں مولوی عبدالحلیم مرحوم کے نام کے ساتھ لفظ اخند زادہ بڑھا دیا ہے اس کی وجہ یہ کہ آپ ضلع مردان تحصیل صوابی کے جس گاؤں (زروبی) کے رہنے والے تھے اس گاؤں کی بنیاد ۷۷۸ھ ۱۵۷۹ء میں شیخ سید سکندر ابن عباس ابن عبدالغنی ابن ابوالفتح نورالدین حسین ابن آدم ابن علی شیر ابن یوسف گدا جمال الدین یوسف گدا نے ۷۷۲ھ میں وفات پائی ہے۔ سید نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے مرید تھے اور وادی بونیر کے گدائی نئی اس کی نسل سے ہیں۔ یوسف کا مزار ضلع میرٹھ کے قریب چند صیری میں ہے ۔

سید سکندر کی نسل میں سے سید اخندزادہ محمد ابن حامد ابن بہاء الدین حیدر ابن سید سکندر کا مزار اس گاؤں کے مغرب میں واقع ہے۔ آپ استاذ الانس والجان تھے۔ ہمارے بعض مشاہیر علماء ایسے گذرے ہیں جن کے درس میں مسلمان جنات بھی شامل ہوتے تھے۔ اور مسلمان جنّات کی سب سے بڑی تعریف یہ ہے کہ حد درجہ وفادار ہوتے ہیں۔ اپنے استاد کے مزار پر باقاعدہ حاضری دیتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ نوافل اور تہجد پڑھ کر اس کا ثواب اپنے استاد کی روح کو بخشتے ہیں۔ جنات کی عمریں لمبی ہوتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آج بھی حضرت السید الشیخ محمد کے مزار پر سلام کے لئے ان کے شاگرد جنات حاضری دیتے ہیں۔ مزار ایک چار دیواری کے تنگ سے احاطہ میں ہے۔ اس پر چھت نہیں ہے۔ حضرت السید الشیخ اخند زادہ محمد متوفی ۱۰۸۷ھ - ۱۶۱۲ء سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ کے مزارات پر چھت نہیں ہوتی۔ البتہ جو بزرگ سلسلہ قادریہ اور چشتیہ سے وابستہ ہیں ان کے مزارات پر چھت ہوتی ہے۔ سلسلہ سہروردیہ جو سلسلہ قادریہ کی ایک ذیلی شاخ ہے اس کو بھی قادریہ کے ذیل میں شمار کیا جاتا ہے ایسے بزرگوں کے مزارات پر گنبد بھی بنی ہوتی ہیں ۔

یہاں ایک خاص تصوفی نکتہ کی طرف اشارہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ایک بزرگ اپنی زندگی میں چاہے کتنے ہی سلاسل طریقت سے منسلک ہو۔ فوت ہونے پر اس کی نسبت ایک خاص طریقہ کی طرف ہو جاتی ہے۔ مثلاً حضرت شیخ اخوند حافظ عبدالغفور باباجی صاحب سیدو شریف سوات اپنی زندگی میں چشتی۔ سہروردی۔ نقشبندی قادری تھے لیکن فوت ہونے پر ان کی نسبت سلسلہ نقشبندیہ کی طرف کی گئی ہے۔ ان تصوفی باتوں کا علم ان انوار کی کیفیتوں سے ہوتا ہے جو ایسے مزارات سے پھوٹتے رہتے ہیں۔ حضرت مولانا اخندزادہ محمد عالم و فاضل تھے۔ علم اصول فقہ کی کتابوں پر ان کے

حواشی موجود ہیں۔ آپ پشتو اور فارسی کے ادیب بھی تھے۔ ان کا کلام موجود ہے آپ کے علمی آثار میں سے سیرت النبی کے نام سے ایک منظوم کتاب تھی جس کے ابتدائی اشعار درج ذیل ہیں ؎

یقول محمد ابن الجزری الشافعی	الحمد للہ المہیمن المقتدی
والحمد للہ علی ما قد ہدی	من نظم سیرۃ النبی احمد

اس قلمی نسخہ میں ایک صاحب کی مہر تھی جس میں ان کا نام منصف اور سال ۱۱۱۱ھ - ۱۶۹۹ء درج تھی۔ اور منصف کی مہر کے نیچے یہ فارسی شعر درج تھا ؎

منصف ایں طرفہ نسخہ دلخواہ	وقف شد خالصاً لوجہ اللہ

راقم الحروف کی معلومات کے مطابق اخند زادہ محمد کے ایک فرزند کا نام عبدالحلیم تھا۔ اور یہ اخندزادہ مولوی عبدالحلیم مرحوم اس اخوندزادہ مولانا عبدالحلیم کی نسل سے تھے اور مجھے یہ پورے اسناد سے معلوم ہوا ہے کہ یہ اخندزادہ مولانا عبدالحلیم کے جدامجد بھی صاحب نسبت بزرگ اور سلسلہ قادریہ سے منسلک تھے۔ صاحب کشف بھی تھے اور یہ ان نفوس قدسیہ کی فیضان تھی کہ بھولا بھالا عبدالحلیم بالآخر مولانا عبدالحلیم بن گئے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ

★

حکیم محمد سعید (ہمدرد)

جوانِ امروز
بہ تعمیرِ جہاں خیز!

لوحِ دنیا پر دائمی تحریر اُن ہی افراد نے رقم کی ہے کہ جنہوں نے علم و عمل کے ارتباط اور جہدِ مسلسل اور سعی پیہم کو بدرجۂ کمال اہمیت دی۔ صفحۂ ارض پر رفعتوں اور عظمتوں کے شمس و قمر ان ہی اقوام و ملل نے روشن کئے ہیں کہ جنہوں نے اپنی خودی کا احترام کیا اور اپنے نظریۂ حیاتِ ملی کے تحفظ کو اپنا ایمان بنایا ہے۔ اور اس حقیقت کا ادراک کیا ہے کہ ایمان اساسِ نصر ہے۔ کرۂ زمین پر سرِ افتخار اُن ہی افراد و امم کا بلند ہوا ہے۔ کہ جنہوں نے ادب و اخلاق، احترامِ انسان اور اکرامِ آدمی کو حاصلِ زندگانی قرار دیا۔ یہ معمارِ اخلاق ہی تھے کہ جو شمعِ علم روشن کر کے تعمیرِ جہاں کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے اور ہزار سال تک اس شمع کی روشنی سے سارے جہاں کو منوّر و درخشاں رکھا۔ ایسے معمارِ اخلاق آج کہاں ہیں؟ کہاں کھڑے ہیں؟ وہ روشن شمعِ علم کہاں ہے؟ کس کے ہاتھ میں ہم نے دے دی ہے۔؟

غضب کی تاریکی چھائی ہے! انسان کو انسان نظر نہیں آرہا ہے، آدمی کو انسان ہونا میسّر نہیں ہے۔ احترام و اکرام باہمی رخصت ہوا ہے اور علم و عالم سے محبت شاذ! تعلیم اور تحصیلِ علم سے تعلق کم یاب! خودی عنقا اور اخلاق غائب!

یہ غضب کی تاریکی کہ جس نے پوری ملّت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے، محتاجِ شمع ہے! یہ تمہارے انتظار میں ہے کہ تم اس شمع کو روشن کر کے اپنے جہان کو ہی نہیں سارے جہاں کو روشن کر دو کہ یہ خوفناک تاریکی چھٹ جائے۔

جوانِ امروز! وقت اور سمندر کی لہر کسی کا انتظار نہیں کرتے۔ قانونِ فطرت اور دستورِ قدرت غافلوں اور کاہلوں کا حامی نہیں ہے۔ ہم سے پہلے قومیں اس لئے نابود ہوئیں کہ انہوں نے ایمان اور فکر و عمل کی ہم آہنگی کو ضروری نہ جانا۔ اخلاق و کردار کی اہمیت کو انہوں نے نظر انداز کیا اور وقت کے تقاضوں کو نہ سمجھا۔ علم و عالم کی وہ قدرداں نہ ہوئیں۔ اور تعمیرِ جہاں کے لئے ان کے نوجوان کمربستہ نہ ہوئے۔

جوانِ امروز!

- کیا تم نے بھی شبِ تار کو ہمیشہ کے لئے قبول کر لیا ہے۔؟
- کیا تمہارے لئے بھی سپیدۂ سحر میں اب کوئی کشش نہیں رہی۔؟

باقی صہ ۳۶ پر

برائے ماہنامہ "الحق" — قسط ۴

تحریک روشنیہ کے بانی کا دعوئ نبوت و رسالت ایک تحقیقی جائزہ

از ۔ مدرار اللہ صاحب مدرار نقشبندی

میری ہستی خدا کی ہستی میں گھل رہی تھی | ۶۴ ۔ ہستی من در ہستی او می گداخت (صراط التوحید)

ترجمہ ۔ میری ہستی اس کی ہستی میں گھل رہی تھی ۔

اس عبارت میں بایزید نے اللہ تعالیٰ کی ہستی کو ظرف اور اپنی ہستی کو مظروف قرار دیا ۔ اور مظروف ظرف سے فوق ہوتا ہے ۔ اور اس پر بھی غور کیا جائے کہ جو چیز کسی چیز میں گھلتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ گھلنے والی چیز نے اپنے ظرف میں نفوذ کیا ۔ اور خداوند قدوس و برتر کی ذات کے بارے میں ایسی باتیں کہنا جو عقل و نقل کے صریحاً خلاف ہیں ۔ بایزید ہی کا کام ہو سکتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ حلول و اختلاط سے پاک ہے | بایزید کے مذکورہ الہامات و توہمات سے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے بارے میں غلط اور فاسد تصورات پیدا ہوتے ہیں جن کا ہم مختصراً ازالہ کرتے ہیں ۔ امام ابن تیمیہ نے فرمایا ۔

ولیس معنی قولہ وھو معکم انہ مختلط بالخلق فان ھذا لا توجبہ اللغۃ وھو خلاف ما اجمع علیہ سلف الامۃ وخلاف ما فطر اللہ علیہ الخلق بل القمر آیۃ من آیات اللہ من اصغر مخلوقاتہ وھو موضوع فی السماء وھو مع المسافر وغیر المسافر اینما کان وھو سبحانہ فوق عرشہ رقیب علی خلقہ (العقیدۃ الواسطیۃ ص۱۴۷)

ترجمہ ۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول "وھو معکم" کے یہ معنی نہیں ۔ کہ اللہ مخلوق کے ساتھ مختلط (گڈ مڈ) ہے ۔ یہ مطلب لینا لغت کے خلاف بھی ہے اور اجماع سلف کے بھی خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس فطرت کے بھی خلاف ہے جس پر اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے ۔ بلکہ چاند اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور وہ اللہ کی ادنیٰ مخلوقات میں سے ہے ۔ اور وہ آسمان میں ہے ۔ لیکن اس کے باوجود وہ مسافر اور غیر مسافر

سب کے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی وہ ہو اور اللہ پاک اپنے عرش کے اوپر ہے اور اپنی مخلوقات پر نگران ہے ۔

قال الامام الذهبی فی کتاب العرش قیل لابی عبد اللہ بن احمد بن حنبل اللہ فوق السماء السابعة علی عرشہ بائن من خلقہ وعلمہ وقدرتہ بکل مکان قال نعم ۔

ترجمہ ۔ امام ذہبی نے کتاب العرش میں کہا ہے کہ امام احمد بن حنبل سے کہا گیا کہ اللہ ساتویں آسمان کے اوپر اپنے عرش پر ہے اپنی مخلوق سے جدا ہے اور اس کا علم اور قدرت ہر جگہ پر ہے تو امام احمد نے جواب دیا کہ ہاں ایسا ہی ہے ۔

اختصار کی خاطر ان دو حوالوں پر اکتفا کیا گیا جس سے بایزید کے اللہ کے بارے میں تمام خیالات باطلہ کی بخوبی تردید ہو جاتی ہے ۔

قرآن میں تحریف لفظی ومعنوی | بایزید نے قرآن کے اندر بے شمار لفظی اور معنوی تحریفیں کی ہیں جن کو اختصار کی خاطر ہم چھوڑتے ہیں ۔ اس نے مستقل تین آیتیں بھی جعلی بنائی ہیں ۔ اور صاف کہا ہے کہ یہ قرآن کی آیتیں ہیں ۔ جن میں ہم صرف ایک آیت پیش کرتے ہیں جو درج ذیل ہے ۔

وَمِنهُم مَن يَّنظُرُ اِلٰى رَبِّہٖ بُكرَةً وَّعَشِيًّا ۔ (خیر البیان ۲۹۳)

ترجمہ ۔ یعنی بندوں میں سے ایسے بھی ہیں جو صبح و شام اپنی چشم سر کے ساتھ اللہ کو دیکھتے رہتے ہیں

اور ان بندوں میں سے بایزید کی اپنی ذات مراد ہے ۔ بایزید صحیح عربی نہیں لکھ سکتا اس نے قرآن کے بعض کلمات کو مربوط کر کے یہ آیت بنائی ہے ۔ بایزید جب کہ اللہ کی ذات میں اپنی ذات کے گھلنے اور نفوذ و سرایت کرنے کا قائل ہے ۔ تو اللہ کی ذات کو صبح و شام دیکھنا اس کے مقابلے میں سہل بات ہے ۔ بہر حال بایزید کے یہ دعاوی اور عقائد از روئے قرآن وسنت واجماع امت قطعی باطل اور مردود ہیں ۔

قرآن کی آیتوں سے غلط استدلال | بایزید نے جا بجا اپنے مطالب کی تائید بے شمار آیتوں سے کی ہے لیکن یہ استدلالات قطعی بے محل اور اس کے مقاصد سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ہم یہاں ان میں سے صرف ایک نمونہ پیش کرتے ہیں اور وہ یہ کہ

بایزید جیسا کہ مسئلہ ہے ۔ مریضوں ، عورتوں اور مسافروں پر نماز جمعہ فرض نہیں سمجھتا لیکن اگر ان میں سے کوئی حاضر ہو جائے تو اس کی نماز جمعہ ہو جاتی ہے اور استدلال کے طور پر یہ آیت پیش کی ہے ۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَاءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ قرآن میں ہے عیاں (خیر البیان صہ ۱۴۴)

ترجمہ ۔ اے یہود اگر تم گمان کرتے ہو کہ دوسرے لوگوں کے بغیر تم خدا کے دوست ہو تو تم موت چاہو اگر تم سچے ہو ۔

اب غور کرو کہ مسافروں اور مریضوں کے نماز جمعہ ادا کرنے سے مذکورہ آیت کا کیا تعلق ہے ۔ کیونکہ یہ آیت تو یہودیوں سے متعلق ہے ۔ یہاں ایک لطیفہ پیدا ہوگیا اور وہ یہ کہ بایزید نے بے چارے مسافروں اور مریضوں کو نماز جمعہ ادا کرنے کا یہ صلہ دیا کہ انہیں یہودیوں کے ساتھ ملا دیا ۔ ولنعم ما قیل

بجرم عشق توام می کشند غوغائیست تو نیز بر لب بام آ عجب تماشائیست

سات فرائض والی حدیث قدسی | بایزید نے بے شمار جعلی احادیث قدسی بنائی ہیں ۔ مگر ان میں وہ حدیث قدسی بہت عجیب وغریب ہے جو اس نے فارسی میں بنائی ہے ۔ اور جس کے ذریعے اس نے اللہ کی طرف سے مسلمانوں پہ سات نئے فرائض میں سے چوتھے فرض کا ذکر کرتے ہیں ۔ اور فارسی کی جگہ اردو ترجمہ پہ اکتفا کرتے ہیں ۔ بایزید نے اللہ کی طرف سے لوگوں پہ " فرض چہارم " یہ عائد کیا ہے ۔

۶۵ - پھر آخری شب میں بیدار ہو ۔ اور وضو کرے اور میری عبادت میں بیٹھ جائے ۔ اور منہ اپنے پیر کی طرف رکھے ۔ اور اس کے تصور کو اپنے دل میں رکھے یہاں تک کہ صبح ہو جائے (صراط التوحید ص ۸۳)

بایزید نے اس جعلی حدیث قدسی میں لوگوں پہ یہ فرض کردیا ہے کہ وہ آخر شب میں اٹھ کر وضو کرے اور نماز تہجد ادا کئے بغیر عبادت میں بیٹھ جائے ۔ جب کہ وہ اپنا منہ بایزید کی طرف رکھے اور قبلے کی طرف رخ نہ کرے چونکہ بایزید نے اپنے ایک گذشتہ الہام میں خدا کی طرف سے یہ واضح کیا تھا کہ وہ بحیثیت پیر تمام کعبے سے بہتر ہے ۔ اور بایزید نے یہ بھی فرض کر دیا ہے کہ نہ صرف اس کی طرف رخ کرے بلکہ اس کے تصور کو بھی اپنے دل میں رکھے ۔ لیکن اللہ کی طرف سے ان باتوں کو فرض قرار دینا اسلام کی بنیادیں ہلا دینے کے مترادف ہے ۔

عربی اشعار پر حدیث نبوی کا اطلاق | یوں تو بایزید کے دعاوی کی بنیاد جھوٹے الہامات ، جھوٹی احادیث قدسی اور جعلی احادیث نبوی پر قائم ہے ۔ لیکن اس نے اس سلسلے میں اتنی جسارت اور بیباکی سے کام لیا ہے کہ بعض عربی اشعار پر بھی اس نے احادیث نبوی کا اطلاق کیا ہے اور برملا ان کو احادیث نبوی کہا ہے ۔ ہم اختصار کی خاطر عربی کے دو شعر پیش کرتے ہیں جن کو بایزید نے بڑی جسارت کے ساتھ احادیث نبوی کہا ہے جو درج ذیل ہے ۔

۶۶ - من لم یکن للوصال اھلا - فکل احسانہ ذنوبا نبی علیہ السلام نے کہا ہے (صراط التوحید ص ۱۱)

ترجمہ ۔ جو شخص وصال کا اہل نہ ہو تو اس کی ساری نیکیاں گناہ ہیں ۔

یہ شعر خیر البیان میں بھی دو تین بار ذکر کیا ہے اور ہر بار اسے حدیث نبوی کہا ہے ۔ اس شعر کے دوسرے مصرعے کے الفاظ دراصل یہ ہیں ۔ " فکل طاعاتہ ذنوب " لیکن ایک تو بایزید نے عربی گرامر کے لحاظ سے اس میں غلطی کی اور دوسرے اس نے طاعاتہ کی جگہ احسانہ لکھا ۔ یہ شعر مولانا ابوالکلام آزاد کے تذکرہ کے ص ۱۰۵ پر درج ہے ۔ بہرحال بایزید اتنا دلیر ہے کہ بے دھڑک عربی شعر کو بھی حدیث نبوی کہتا ہے ۔

۴۷۔ وفی کل شیئی لہ آیۃ تدل علی انہ واحد

ترجمہ: اور ہر چیز اللہ کی نشانی ہے جو اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہے۔

یہ شعر حضرت ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر میں موجود ہے۔ دراصل یہ شعر ابو العتاہیہ شاعر کا ہے اور اس کے ساتھ اس کے دو شعر اور بھی فقہ میں ہیں۔ اس کے علاوہ خیر البیان میں اور بھی بہت سے شعر ہیں جن پر بایزید نے احادیث نبویؐ ہونے کی مہر لگائی ہے اسلامی تاریخ میں جتنے جعلی حدیثیں بنانے والے گذرے ہیں۔ وہ یہ کام بڑی احتیاط سے کرتے تھے تاکہ کسی کو آسانی کے ساتھ ان کی جعلی حدیثوں کا پتہ نہ چل سکے۔ اگرچہ ہمارے محدثین کرام کی حق بین نگاہوں سے وہ اوجھل نہ رہ سکیں۔ اور انہوں نے ان جعلی احادیث کی نشان دہی کرتے ہوئے انہیں امت کی آگاہی کے لئے کتابی صورت میں شائع کیا۔ چنانچہ ملا علی قاری کی "موضوعات کبیر" اس سلسلے میں خاصی مشہور ہے۔ لیکن بایزید ان "وضاعین حدیث" میں ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ کہ اس نے ٹوٹی پھوٹی عربی میں حدیثیں تو بنا ہی لیں۔ عربی شعروں کو بھی احادیث نبوی کہہ ڈالا۔ اور اسی طرح اس نے دو جرموں کا ارتکاب کیا۔ ایک جعلی احادیث بنانے کا۔ اور دوسرا جرم یہ کہ اس نے شعر کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کیا جب کہ آیت کریمہ

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ ط

نص صریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ تو آپؐ کو شعر سکھایا اور نہ شعر ان کے شایان شان ہے۔

اسلام میں ایک نئے فرقے کی بنیاد ڈالی | بایزید نے اسلام میں ایک نئے فرقے کی بنیاد ڈالی۔ اور مسلمانوں میں ایک نیا "فرقہ روشنیہ" بنا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اہل سنت والجماعت اور مسلمانوں کے سواد اعظم سے کٹ گیا۔ حالانکہ قرآن و حدیث میں فرقہ بندی اور فرقہ سازی کے خلاف سخت وعیدیں آئی ہیں۔ اس کے لئے علم عقائد کی مشہور کتاب تمہید ابی شکور سالمی کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔

"اما التفرق عن السنۃ والجماعۃ تکون بدعۃ وضلالۃ ویکون صاحبہ من اھل النار (تمہید ۱۹۹)

یعنی اہل سنت والجماعت سے علیحدگی اختیار کرنا بدعت اور گمراہی ہے۔ اور اس کا ارتکاب کرنے والا دوزخیوں میں سے ہے۔ تمہید نے یہ بھی بتایا ہے کہ اہل سنت والجماعت اور سواد اعظم سے صحابہ کرام ان کے تابعین۔ تبع تابعین اور وہ تمام لوگ مراد ہیں جو زمانہ نبویؐ سے لے کر آج تک جادۂ سنت پر مستقیم چلے آرہے ہیں اور وہ صحابہ کرامؓ سے دین اخذ کرتے ہیں۔ (تمہید ص ۱۸۹)

بایزید کا عقیدۂ تناسخ۔ | سب سے پہلے تناسخ کی تعریف جاننا ضروری ہے۔ اہل تناسخ کہتے ہیں کہ روئے زمین پر جتنے نباتات اور مختلف انواع و اقسام کے حیوانات پائے جاتے ہیں۔ یہ سب مختلف گناہوں کے نتیجے میں پیدا ہوتے

ہیں اور گناہ گاروں کے لئے قید خانے ہیں۔ اسی طرح دنیا میں جتنے انسان آباد ہیں ان سب کو ان کے پچھلے جنم کے کرموں کی وجہ سے جونیں دی گئی ہیں۔ اور انسان کو اپنی زندگی میں جو مصیبت، تکلیف، بیماری اور دکھ پہنچتا ہے یہ سب اس کے پچھلے گناہوں کی سزا ہے۔ عقیدہ ہنود کے مطابق یہ دنیا اربوں برس تک قائم رہتی ہے۔ پھر بگڑتی ہے پھر بنتی ہے۔ تناسخ کو آواگون بھی کہتے ہیں۔ آریہ سماج کے عقیدہ کے مطابق تناسخ کے معنی ہیں گناہوں اور نیکیوں کے باعث بار بار مختلف قالبوں اور صورتوں میں جنم لینا آریہ سماج کے مطابق کوئی گناہ معاف نہیں ہو سکتا جس کی سزا کے لئے یہی دنیا ہے۔ سزا بھگتنے کے لئے گناہ گاروں کو مختلف جونیں (صورتیں) دی جاتی ہیں۔ ہر گدھا کتا۔ اور سور گناہ گار روح کا قید خانہ ہے اور گناہوں کے مطابق سزا اور جونیں بدلنے کا یہ چکر چلتا رہے گا۔

تمہید ابی شکور سالمی نے کہا ہے کہ تناسخ کی چوراسی اقسام ہیں۔ اس ضمن میں اس نے لکھا ہے کہ

قالوا بان الانسان تارۃ یکون حشیشا و تارۃ یکون بھیمۃ و سباعا وغیرہ (تمہید ابی شکور سالمی صفحہ ۲۱۵)

ترجمہ۔ اہل تناسخ کہتے ہیں کہ انسان کبھی بھنگ میں ظہور کر کے نباتات بن جاتا ہے۔

اب تناسخ کے مندرجہ بالا مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے بایزید کے الہامات ملاحظہ ہوں۔

۶۸۔ بایزید! پوچھنے کا عذاب وہ ہے کہ موت کے بعد اس کو قہر کا فرشتہ ہیبت کے ساتھ اس سے پوچھنے کے لئے بھیجوں گا۔ اس کی صورت اور اعضاء کو اس کی نظر میں جھاؤ جیسا درخت جیسا کردوں گا عیاں۔ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون (خیر البیان صفحہ ۲۶۴)

ترجمہ۔ اس کا حکم یہی ہے کہ جب کرنا چاہے کسی چیز کو تو کہے اس کو ہو تو وہ اسی وقت ہو جائے۔

اس الہام میں بایزید نے صاف کہا ہے کہ موت کے بعد میت جب اپنی صورت کو دیکھے گا تو اس کو اپنی صورت اختیار کرے گی۔ اور یہ تناسخ کی ایک قسم ہے جس کا بایزید صاف طور پر قائل ہے اور غضب یہ ہے کہ بایزید نے اپنے اس باطل عقیدے کی تائید میں مذکورہ آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے جس کا اس باطل عقیدے سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

میت کو گوناگوں عذاب دینے کے بعد پھر زندہ کیا جائے گا

۶۹۔ پھر اس کو میرے فرمان سے آتشیں گرز مارے گا۔ پھر اس کو تحت الثریٰ تک پہنچاؤں گا۔ پھر اس کو قبر تک لے آؤں گا۔ میں اس کو زندہ کروں گا۔ میرے فرمان پر اس کو یہی عذاب دیا جاتا رہے گا عیاں۔ قالوا وھم فیھا یختصمون ۔ جزاء بما کانوا یکسبون (گفتند ایشاں در آں دوزخ منازعت خواہند کرد پاداش بسبب چیزے کہ بودند کہ عمل مے کردند (قرآن میں ہے عیاں (خیر البیان صفحہ ۔۔۔)

اس الہام میں کئی باتیں قابل غور ہیں۔ ایک یہ کہ گناہ گار میت عذاب کے فرشتے کے آتشیں گرز مارنے سے تحت الثریٰ تک پہنچ جائے گا۔ اور یہ ان احادیث نبوی کے قطعی خلاف ہے جن میں عذاب قبر کی کیفیت بیان کی

گئی ہے۔ دوسری بات یہ کہ بایزید کے مطابق تحت الثریٰ سے پھر قبر میں لایا جائے گا۔ اور احادیث نبویؐ میں میت کا یہ نقل مکانی اور آمد و رفت مذکور نہیں۔ تیسری بات یہ کہ اللہ بایزید کو کہتا ہے کہ جب میں میت کو تحت الثریٰ سے قبر میں لے آؤں گا تو اس کو زندہ کروں گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بایزید کم از کم دو بار قبر یعنی عالم برزخ میں میت کے زندہ ہونے کا قائل ہوا۔ ایک بار زندگی تو وہ تھی کہ قبر میں رکھنے کے بعد عذاب کا فرشتہ اس کے پاس پوچھنے کے لئے آیا اور اس سے پوچھنے کے بعد اس کو آتشیں گرز سے مارا اور تحت الثریٰ تک پہنچا دیا۔ اور جب اسے تحت الثریٰ سے قبر تک واپس لایا گیا تو اس کو دوسری بار زندگی عطا کی گئی۔ تیسری بات یہ کہ بایزید نے کہا کہ میت کو یہی عذاب دیا جاتا رہے گا۔ جس کی حد اور نہایت اس نے نہیں بتائی۔ چوتھی بات یہ کہ اس نے اپنے اس الہام کی تائید میں جو آیت کریمہ پیش کی ہے وہ قیامت کے دن دوزخ کے عذاب سے متعلق ہے۔ اور بایزید نے اس کو عذاب قبر سے متعلق کر دیا۔ اور تناسخ کا مطلب جاننے والے جانتے ہیں کہ بایزید نے دوزخ کے عذاب کو دنیا کے عذاب سے متعلق کر کے اہل تناسخ کے عقائد باطلہ کا ساتھ دیا۔ الغرض بایزید کے مذکورہ الہامات اور ان کی جزئیات بایزید کے عقیدۂ تناسخ پر صریحاً دلالت کر رہی ہیں۔

اب صراط التوحید کا حوالہ ملاحظہ کیجئے۔

عالم حیات اور عالم ممات کی کوئی حد و پایان نہیں ہے	۷۰۔ آں صحرا کہ دیدی مانند زمین است و مانند آبادانی دنیا است و آں دو قافلہ کہ دراں دو شہر میدیدی۔ آں مانند عالم حیات است و ممات است کہ

بعضے می آیند و بعضے میروند کہ حد و نہایت ہیچ یکے را دیدہ نمی شود (صراط التوحید صـ ۱۳)

ترجمہ۔ وہ صحرا جو تم نے دیکھا زمین کی مانند ہے۔ اور آبادی کی مانند دنیا ہے اور وہ دو قافلے کہ اس شہر میں تو دیکھتا تھا وہ عالم حیات اور عالم ممات کی مانند ہے کہ بعض آتے ہیں اور بعض جاتے ہیں اور ہر دو قافلوں کے آنے جانے کی کوئی حد اور نہایت نہیں ہے۔ (جاری ہے)

جوانِ امروز ..... (از صـ ۲۹)

نہیں میں خوب جانتا ہوں کہ ایسا نہیں ہے۔ !

میں جانتا ہوں کہ تمہارا دل نور فکر و عمل سے روشن ہے اور منوّر ہے !

تقدیر امم بدل ڈالنا تمہاری سرشت ہے اور فطرت !

تو پھر اٹھو کہ انتظار کی اب کوئی گنجائش نہیں رہی۔ مشرق و مغرب میں تعمیر نو کے لئے ایک انقلابی دور کا آغاز تمہارا منتظر ہے۔

جاگو اور بزم جہاں کو شمع فروزاں سے روشن کر دو اور حسن اخلاق اور علم و عمل صالح سے اسے آراستہ کر دو۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو !

افکار و اخبار

★ غرق فرعون — ڈاکٹر حمید اللہ صاحب فرانس
★ دارالعلوم کو مبارکباد — جناب امتیازی سیکرٹری وزارت مذہبی امور
★ تحسین اور دعائیں — ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن اور دیگر

بنام مدیر الحق

> فرعون کے غرق ہونے اور لاش کے بارہ میں دونوں قسم کے نقطۂ نظر پر کافی روشنی پڑ چکی ہے اس موضوع پر فاضل گرامی مرتبت ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کا یہ مکتوب آخری سمجھا جائے۔ یہ بات قارئین کے ذہن میں رہنی چاہئیے کہ افکار و اخبار کے تحت مراسلات سے ادارہ الحق کا اتفاق ضروری نہیں علمی اور تحقیقی گوشے اجاگر کرنے کے لئے بعض موضوعات اس کالم میں زیر بحث لائے جاتے ہیں (ادارہ)

غرق فرعون اور ڈاکٹر حمید اللہ فرانس کا ایک اور مکتوب | محترم و مکرم زاد فیضکم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'

★ موقر مجلہ الحق کا شمارہ جمادی الآخر ۱۴۰۳ھ پہنچا۔ سراپا ممنون ہوں۔

فاضل محفوظ خان صاحب کو بھی ص ۹ پر اعتراف ہے کہ قرآن مجید میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ سمندر نے فرعون کی لاش کو ساحل پر پھینکا ہو۔ اس مفہوم کی کوئی حدیث نبویؐ بھی نہیں ملتی۔ لاش کا بچ رہنا بھی معجزہ ہے چاہے سمندر واپس پھینکے یا آدمی ہی اسے نکالیں نتیجہ واحد ہے جب قرآن و حدیث سے انکار نہیں اور بعض ہمارے آپ کے جیسے غیر معصوم آدمیوں کی رائے سے اختلاف کیا جائے (کہ اختلاف امتی رحمۃ) تو یہ کفر نہیں سمجھنا چاہئیے۔

جو اقتباسات انہوں نے اپنے ہمرائے لوگوں سے نقل کئے ہیں وہ سب کے سب اسرائیلات سے ماخوذ ہیں۔ کوئی بھی خدا یا رسول کے استناد سے نہیں۔ مولانا مودودی مرحوم زندہ ہوتے تو میں ان سے ان کا ماخذ پوچھتا۔ وہ حق پسند تھے اور اپنی غلطیوں کو مان لیتے تھے۔ متعدد تجربوں میں سے ایک کا ذکر کرتا ہوں۔ تفہیم القرآن ج ۴ ص ۱۱۶ میں ام المومنین حضرت جویریہؓ کو یہودی خاندان سے بتایا ہے وہ بنی المصطلق یعنی خزاعہ کی ٹھیٹ عرب تھیں۔ میرے استفسار پر مرحوم نے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ اڈیشن میں اصلاح کر دیں گے۔

قرآن میں تفصیل نہ ہو تو خلا کو پُر کرنے کے لئے ہمارے مفسر اکثر نومسلم یہودیوں سے مدد لیتے رہے ہیں ان میں سے ایک کا ذکر کرتا ہوں۔ صحیح بخاری کی کتاب الاعتصام بالسنۃ' باب (۲۵) میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "کعب الاحبار نومسلم یہودیوں میں سب سے سچے ہیں۔ (من اصدق ھؤلاء) اس کے باوجود (و ان کنا لنبلو علیہ الکذب)" تا بدیگراں چہ رسد؟ اسرائیلیات سے حضرت ابن عباسؓ جیسے صحابی بھی استفادہ کریں تو اس کی حیثیت اسرائیلیات سے بڑھ نہیں سکتی

اسی جنوری نمبر میں جس سے محترم محفوظ خان صاحب نے استدراک فرمایا ہے، میرے اپنے عریضے کے عین مقابل کے صفحے پر مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی ایک پیاری مشورت و نصیحت چھپی ہے۔ کاش وہ بھی اس سے استفادہ فرمائیں جس طرح میں کر رہا ہوں۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ توریت کے عبرانی نسخے میں غرق فرعون کے مقام کو بحر القصب کا نام دیا گیا ہے (سمندر کے کھارے پانی میں قصب گھاس کہاں اُگ سکتا ہے؟) اور لاطینی ترجمے کے وقت کیتھلک پادریوں نے تحریف کر کے بحر احمر لکھ دیا کہ یہ زیادہ دلکش معلوم ہوا۔ معجزہ دریائے نیل میں بھی ہو سکتا ہے، سمندر میں بھی۔ دریائے نیل کے ایک مشہور واقعے سے جو ابن کثیر، ابن عبد الحکم، ابن تغری بردی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ آپ کے ناظرین کو دلچسپی ہوگی۔

مصر کی فتح پر مقامی کسان حضرت عمرو بن العاصؓ گورنر کے پاس آئے اور کہا کہ مصر کی زندگی دریائے نیل کی سالانہ طغیانی پر ہے۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ سالانہ ایک دوشیزہ کو بھینٹ چڑھایا جائے۔ حضرت ابن العاصؓ نے روک دیا کہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ اس سال حبشہ میں بارش میں تعویق ہوئی اور مصری کسان ترکِ وطن کی تیاری کر کے اتمام حجت کے لئے پھر حضرت ابن العاصؓ کے پاس آئے۔ انہوں نے خلیفہ حضرت عمرؓ کو خط لکھا۔ وہاں سے فوراً جواب آیا کہ ممانعت بالکل ٹھیک ہے۔ ایک خط ملفوف ہے وہ مرسل الیہ یعنی دریائے نیل کو بھیج دو۔ اس خط میں لکھا تھا۔ اے نیل، اگر تو اپنی مرضی سے سیلاب لاتا ہے تو ہمیں اس کی ضرورت نہیں، مت لا۔ لیکن اگر یہ تجھ میں اللہ لاتا ہے تو ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ تجھ میں سیلاب لائے۔ یہ خط گورنر نے دریا میں ڈال دیا۔ صبح ہونے تک دریائے نیل اپنی سطح سے سولہ ہاتھ بلند ہو گیا۔

اگر یہی بات فرعون کے زمانے میں بھی خدا نے کسی اور غرض کے لئے کی ہو اور دریائے نیل کی موجیں کالطود العظیم ہو گئی ہوں (دیا ایک اور آیت میں فی موج کالجبال ہوں جو سمندر نہیں تنور سے نکلے ہوئے پانی کے متعلق ہے) تو حیرت کی کیا بات ہے؟ معجزے کے لئے سمندر کا لزوم نہیں۔

فرعون کی لاش پر نمک کا پایا جانا ایک داستان پارینہ ہے اس بارے میں نومسلم ڈاکٹر موریس بوکای نے جسے رئیس مصر سادات نے فرعون کی لاش کی علمی تدقیق پر مامور کیا تھا لکھا ہے کہ "پرانے فرنگی نباش جنہوں نے فرعون کی لاش ڈھونڈ نکالی تھی طبیب نہ تھے اور جانتے نہ تھے کہ مصر میں لاشوں کو کس طرح مومیائی کی جاتی تھی۔ ہم اب یہ جانتے ہیں کہ لاش پر کا نمک سمندری پانی سے نہیں، مومیائی کی عملیات میں مستعمل دواؤں کے باعث ہے"

حمام فرعون یا جبل فرعون مقامی افسانوں سے تعلق رکھتا ہے جس کی کوئی علمی اساس نہیں۔ اسی مصر میں اب تک ایک باغ بتایا جاتا ہے کہ حضرت مریمؑ پر حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کے وقت جس درخت سے کھجوریں گری تھیں وہ اسی باغ کا درخت تھا۔ اور سب جانتے ہیں کہ یہ معجزہ فلسطین میں پیش آیا تھا مصر میں نہیں۔

خدا فرعون کی لاش کی نجات سے عبرت دلاتا ہے۔ خدا مسبب الاسباب ہے۔ خدا خود نہیں آتا کہ اپنے ہاتھ سے

لاش کو دریا میں سے باہر نکالے بلکہ ہر چیز کے لئے اسباب پیدا کرتا ہے کبھی فرشتوں سے تو کبھی انسانوں سے۔ مگر کام کراتی ہے خدا ہی کی مشیت۔

میں نے کبھی کہیں نہیں لکھا کہ فرعون کے ساتھ "ایک لاکھ سے زائد فوج" غرق ہوئی کہ لاش کو پہچاننے میں غوطہ خوروں کو دشواری ہو۔ فرعون کے شاید فوجی رتھ سے پانی میں گرتے ہی ہمراہی پانی میں کود پڑتے ہیں۔ مقام اور شاہی لباس سے نشاندہی میں کیا دشواری ہو؟

علمی معاملات میں لکیر کی فقیری کام نہیں دیتی۔ اللہ کا فرمان ہے کہ قُل رّب زدنی علما۔ موجودہ بحث میں مثلاً مصر کا اٹلاس دیکھیں۔ بنی اسرائیل کا مسکن جو بوقتِ خروج تھا اور دہانۂ نیل (ڈلٹا) میں تھا، وہ کہاں تھا۔ دہانۂ نیل میں دریا کی جو پندرہ بیس شاخیں ہیں ان کو عبور کرنا اور فرعونستان سے نجات پانے کے لئے جانا ہے تو صحرائے تیہ میں کس طرح جانا ممکن ہے؟ دہانۂ نیل سے بحر احمر کتنی مسافت پر ہے؟ فرعون یقیناً خروج کے وقت ڈلٹا میں نہ تھا بلکہ ممفیس کے جنوبی پایۂ تخت میں تھا۔ ورنہ خروج کی جرأت نہ کی جاتی۔ فرعون اور اس کی فوج کے تعاقب سے بچنے کے لئے دہانے سے راست سینا کو جلد سے جلد جانا چاہیے تھا یا کھلے میدان میں آکر فرعونی فوج کا آسان شکار بننا قرین مصلحت تھا؟ وغیرہ وغیرہ

خدا سے دعا ہے کہ ہم سب کو وفقنا لما تحبّ وترضاہ۔ الحق یعلو ولا یُعلیٰ علیہ

فقیر حقیر محمد حمید اللہ
فرانس ۲۱ رجب ۱۴۰۳ھ

★ محترم جناب مولانا سمیع الحق صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے یہ خبر پڑھ کر بہت مسرت حاصل ہوئی کہ آپ کے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے ایک قاری جناب حافظ محمد سلیمان صاحب نے سعودی عرب میں منعقدہ مقابلہ تجوید و قرأت میں سب سے نمایاں حیثیت حاصل کی اور ۵۵ ہزار ریال کا گراں قدر انعام حاصل کیا۔ میری جانب سے اس کامیابی پر مبارکباد قبول فرمائیے۔

میں امید کرتا ہوں کہ آپ کا ادارہ آئندہ بھی اپنی درخشاں روایت کو قائم رکھے گا۔ اور علوم اسلامی کے تمام شعبوں میں ترقی کے مراحل طے کرتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے ادارے کو آئندہ بھی ایسی کامیابیوں سے ہمکنار کرے۔ مع السلام

خیر اندیش
عرفان احمد امتیازی - ۷ رمئی
سیکرٹری وزارت مذہبی امور اسلام آباد

★ **مجلس شوریٰ کی تقاریر** مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' آج ماہنامہ الحق کا شمارہ فروری ۱۹۸۳ء ملا۔ آپ کا اداریہ اور مجلس شوریٰ میں آپ کی دو تقاریر نظر سے گذریں۔ دل سے دعا نکلی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین کی خدمت کے مزید مواقع عطا فرمائے۔ والسلام مع الاکرام آپ کا مخلص تنزیل الرحمٰن (نظریاتی کونسل پاکستان)

★ مولانا عبدالحلیم صاحبؒ کے انتقال کا رنج باقی تھا کہ مولانا مصطفےٰ احسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کی خبر الحق کے تازہ نمبر سے ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ دونوں حضرات مرحومین کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ اور سب حضرات اہل مدرسہ کو صبر جمیل ونعم البدل عطا فرمائے۔ یہ مدرسہ ہی کا نہیں بلکہ قومی نقصان ہے۔

الحق موصول ہوگیا۔ اداریہ بھی بہت اچھا ہے مگر مجلس شوریٰ میں آپ کی تقریر پڑھ کر بہت ہی خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اجر جزیل عطا فرمائیں۔ آمین سولانا محمد اسحاق سندیلوی کراچی

مجلس شوریٰ اور ادائیگی فرض عشر اور قاضی کورٹس آرڈی ننس پر تقریر پڑھی ہیں۔ الحمد للہ آپ نے علماء کی نمائندگی کا حق ادا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اکابرین کے صدقے حق کہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اگرچہ وقت کی کمی کا بہانہ بنا کر تقاریر کو مختصر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بہر حال آپ نے تھوڑے وقت میں کام کی بات کہہ دی ہے۔

محمد عارف ایڈووکیٹ گوجرانوالہ

★ مجلس شوریٰ میں جس جرأت اور بے باکی سے آپ اعلاء کلمۃ الحق کا حق ادا کر رہے ہیں حق یہ ہے کہ آپ کی کما حقہ' تحسین کا حق الفاظ میں ادا نہیں کیا جا سکتا۔ مولانا راحت گل۔ مرکز علوم اسلامیہ۔ راحت آباد

عشری اراضی کی پیداوار میں تفاوت شوریٰ میں عشر پر آپ کی تقریر پڑھی۔ بارانی زمین پر عشر ۱۰ فیصد ہے اور نہری زمین ۲۰ فیصد۔ نہری زمین پر بارانی زمین سے پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن بارانی زمین میں بھی علاقہ کے لحاظ سے بہت فرق ہے۔ ایبٹ آباد کی بارانی زمین اور تھل کا ریگ زار ایبٹ آباد کی زمین نہری کا مقابلہ کرتی ہے۔ لیکن تھل کی اراضی موسم کی سختی سے فصلات تباہ ہو جاتی ہیں۔ اور خرچ کے مقابلہ میں بچت بہت قلیل ہے۔ تین سال سے چنا کی فصل تباہ ہو رہی ہے۔ مگر اس سال کچھ بہتر فصل کی امید ہے۔ لیکن تین سال کی تنگ دستی واخراجات اور اس پر اب ۱۰ فیصد عشر بمشکل سابقہ سالوں کا خرچ ہی نکلے گا۔

نہری زمین کے لوگ خوشحال اور اس پر ٹیکس کم۔ تھل کی اراضی کے لوگ تنگ دست ٹیکس زیادہ اس پر بھی غور ہونا چاہیئے۔ (محمد اسلم خان ناظم دارالاسلام ٹرسٹ جوہر آباد ضلع خوشاب)

نفاذ عشر اور شیعہ عشر وغیرہ کا نظام رائج کر کے یہ آزادی دے دینا کہ کوئی شیعہ ہو تو وہ درخواست دے کر عشر سے بری ہو سکتا ہے۔ ملک میں ارتداد کا دروازہ کھول دیا گیا ہے۔ بڑے شہروں میں شاید اس کی قباحت زیادہ نمایاں نہ ہو مگر قصبات اور دیہات جن کی معیشت زراعت پر ہے وہاں لاکھوں اہلسنت نے اپنے کمزور ایمان کی بنا پر اپنے آپ کو شیعہ ثابت کر دیا ہے۔ اکثر گھروں میں کالے جھنڈے لگ رہے ہیں جھنگ

ملتان۔ ٹوبہ۔ سرگودہا وغیرہ میں لاکھوں افراد مذہب حق کو خیر باد کہہ چکے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ ملک میں متحدہ طور پر اگر علماء بھرپور تحریک نہ چلائیں تو اس کی تلافی تو کیا چند سال میں شیعیت گود میں نظر آئے گا (خدا نہ کرے) محمد سلیمان شورکوٹ

<u>ملّا جیونؒ کا مزار</u> | مولانا ابو البیان نے "ملّا احمد جیون" کے ضمن الحق میں لکھا ہے۔ کہ ان کا انتقال ۱۱۳۰ھ ۱۷۱۸ء میں دہلی کی جامع مسجد میں زاویے میں ہوا۔ لیکن ان کی لاش کو بعد میں نکال کر ان کے آبائی شہر میں دفن کرنے لے گئے۔ مگر حال یہ ہے کہ دو سال قبل دارالعلوم دیوبند کا صد سالہ جشن کے موقع پر ہم جلسہ سے فارغ ہو کر دہلی گئے۔ وہاں یعنی دہلی میں ایک خانقاہ ہے جو خواجہ باقی باللہ کے نام سے موسوم ہے۔ اس خانقاہ کے باہر چند قدم پر ایک مزار تھا جس پر یہ کتبہ تھا (ملّا جیون۔ استاد عالمگیر) تو یہ زیارت دہلی میں ہے نہ کہ امیٹھی میں توابع لکھنؤ۔ (ایک قاری)

<u>روسی ثقافتی طائفہ</u> | سنا کرتے تھے کہ مولانا سمیع الحق صاحب کو بھی سودا ہو گیا ہے۔ لیکن جنوری کا ماہنامہ "الحق"، بنظر غائر پڑھا تو اداریہ واشگاف الفاظ میں اس دعوے کے بطلان کا اعلان کر رہا تھا۔ روسی ثقافتی ٹولے کی آمد ہمارے پاکستانی مسلمان بھائیوں کی غیرت کے لئے چیلنج ہے۔ اگر روس افغانستان میں "سرخ انقلاب" کا علمبردار بن کر ہم مسلمانوں کی غیرت ایمانی سے برسر پیکار ہو کر بچوں کو یتیم عورتوں کو بیوہ اور معموروں کو ویران بناتا ہے تو ہم اس کے لئے واویلا کرتے ہیں۔ وزراء خارجہ کی کانفرنسیں منعقد کرتے ہیں اور اس کو ناقابل برداشت سمجھتے ہیں۔ لیکن وہی روسی سرد جنگ لڑنے والی ثقافتی ٹولے کی صورت میں اگر ہمارے ملک کا اخلاقی دیوالیہ نکالنے کے درپے ہو تو ہمارا دانشور طبقہ کیوں خاموش ہو جاتا ہے؟ قلموں کی سیاہی کیوں خشک ہو جاتی ہے؟

ہمارے ارباب اقتدار کو اس قسم کے ثقافتی ٹولوں کی آمد پر خوش نہیں ہونا چاہئے بلکہ سوچنا چاہئے کہ اس قسم کے ناکردنی افعال کہیں روبہ زوال نہ ہو جائیں۔ (مولانا احمد سعید شاہ) شاہ حسن خیل ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان۔

★ محتشمی و مکرمی بندہ جناب مولانا سمیع الحق صاحب

روسی ثقافتی طائفہ کے متعلق آپ کے خیالات پڑھ کر نہایت ہی روحانی سرور حاصل ہوا۔ اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں سجدۂ شکر ادا کیا کہ تو نے اپنے خاص بندوں کو بے لاگ تبصرہ کرنے کی توفیق فرما کر صحیح معنوں میں جہاد بالقلم کا اعزاز عطا فرمایا جس کے لئے آپ لائق صد مبارکباد ہیں۔

اس مضمون میں جو کہ نہایت مختصر ہے آپ نے موجودہ بے راہ روی کا اور ارباب حل و عقد کی غفلت اور لاپرواہی کا نقشہ کھینچا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ (خلیل الرحمٰن قادری راولپنڈی)

<u>میاں مراد گل کاکاخیل کی وفات</u> | دارالعلوم حقانیہ کے ایک نہایت مخلص بزرگ رکن تاسیسی جناب الحاج میاں مراد گل کاکاخیل ۲۰ مئی کو انتقال فرما گئے۔ نماز جنازہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ نے ان کے گاؤں زیارت کاکا صاحب میں پڑھایا وہیں تدفین ہوئی۔ اس سانحہ میں پورا دارالعلوم شریک غم ہے۔ مرحوم کے رفع درجات کے لئے دعا کی اپیل کی جاتی ہے۔ (ادارہ)

MFTM-5-77

Asiatic

ضبط : مولانا عبد القیوم حقانی
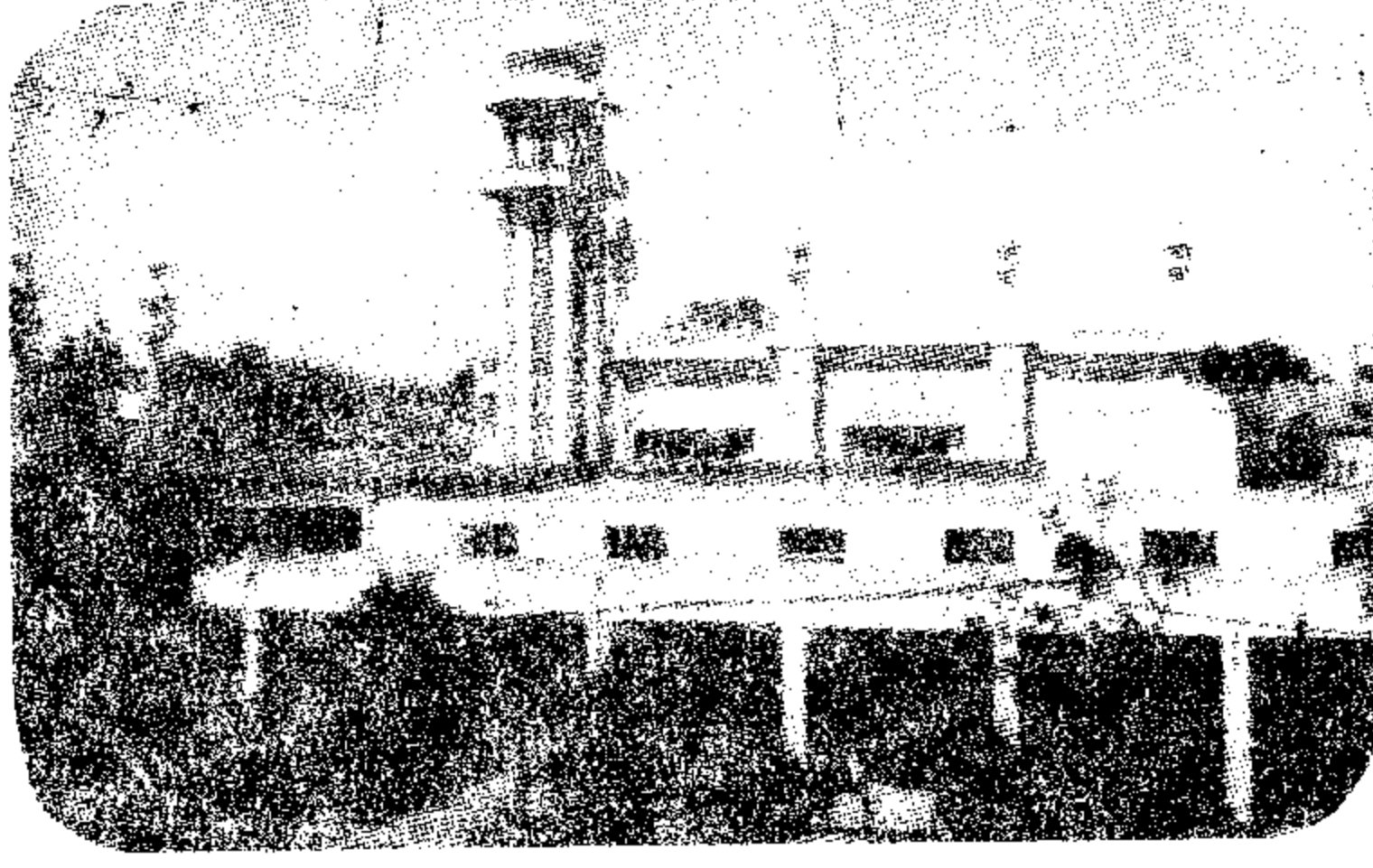
جہادِ افغانستان اور دار العلوم حقانیہ

شیخ الحدیث مولانا عبد الحق مدظلہ اور زعماء جہاد کی بعض مجالس کی جھلکیاں

مولانا جلال الدین حقانی | حضرت شیخ سے، ہم آپ کے سامنے آپ کے ہاتھ پر آپ کو گواہ بنا کر اللہ رب العزت سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم تاحینِ حیات جو کام (جہاد) آپ نے ہمارے سپرد کیا ہے، جاری رکھیں گے۔ افغانستان آزاد ہوجائے تو سمرقند و بخارا تک ہم روس کا تعاقب کریں گے

حضرت الشیخ | خدا کرے یہ مقصد جلد حاصل ہو۔ ہم آپ لوگوں کے مضبوط عزائم اور بے مثال جرأت و بہادری پر زبردست تحسین اور دل سے دعا کرتے ہیں۔

> الحمدللہ الحمد للہ۔ جس غرض کے لئے دار العلوم حقانیہ کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے جہاد افغانستان کی صورت میں زندگی میں اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ لیا۔

افغانستان کا حالیہ جہاد اور اس کے مستقبل کے بہترین نتائج بھی ہمارے مشائخ اساتذہ اور دیوبند کے اکابرین کی محنت و خلوص کا صدقہ ہے۔

مولانا جلال الدین حقانی | اس سے قبل افغانستان میں جہاد نام کی کوئی چیز متعارف نہیں تھی۔ ہمارے دار العلوم حقانیہ کے فضلاء نے یہاں سے جاکر جب وہاں کی کمیونسٹ حکومت اور اس کے کفریہ نظام پر تنقید کی تو وہاں کے عوام بلکہ خواص اور علماء تک ہمارے مخالف ہو گئے۔ ہمیں وہابی اور حقانی نام کے فرقوں سے مشہور کیا۔ مگر جب سردار داؤد اور ترکئی کے دورِ حکومت میں وہاں کے بڑے علماء اور مشائخ کو گرفتار کیا گیا تو ہم نے حکومت کی مذمت کی۔ اور ان کی آزادی کی تحریک چلائی تب وہاں کے علماء نے ہمارا ساتھ دیا۔ ورنہ اس سے قبل ہم حقانی نام کے ایک مستقل فتنہ اور بے دین فرقہ کی حیثیت سے بدنام کئے جا چکے تھے۔ پھر ہم تدریجاً آگے بڑھتے رہے۔ حتیٰ کہ اب ہم اس میدان میں آپہنچے ہیں جس میدان کے نقشے آپ نے بخاری کتاب المغازی میں ہمیں پڑھائے

تھے۔ گو ہمارے بہت سے رفقاء اور دارالعلوم حقانیہ کے کئی فضلاء شہید ہو چکے ہیں۔ مگر ہمارے حوصلے پہلے سے بلند اور عزائم پختہ ہیں۔ ہمیں اپنے کام میں اطمینان ہے۔ ہم نے اوائل میں کمیونسٹوں کا مقابلہ کیا۔ حکومت نے ان کی پشت پناہی کی۔ ہماری کتابیں اور سارا دینی لٹریچر ضبط کر لیا، مدرسے بند کر دئے اور ہماری آواز کو ہر ممکن طریقہ سے دبانا چاہا۔ مگر الحمد للہ کہ حکومت کے شدید ترین دباؤ کے باوجود بھی ہمارا ردعمل سخت سے سخت تر ہوتا گیا۔ اور اب جو نقشہ اور صورت حال ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔

حضرت الشیخ | جی ہاں۔ جو اللہ والے ہوتے ہیں وہ اللہ کی امداد اور اس کی غیبی نصرتوں سے فتح مند رہتے ہیں۔ الا ان حزب اللہ ہم الغالبون۔ الآیۃ　　وان

اب تو میری بھی یہی تمنا رہ گئی ہے کہ صف اول میں کھڑا ہو کر آپ کے شانہ بشانہ دشمن سے لڑتا۔

اے کاش! اس قابل ہوتا اور کم از کم اس قدر موقعہ دیا جاتا کہ میدان جہاد میں آپ کو پانی کا ایک گلاس تو پلا سکتا۔

مولانا جلال الدین حقانی | حضرت! یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے ہمارا یقین ہے کہ آپ اس میں برابر کے شریک ہیں....

حضرت الشیخ۔ ہمارے دارالعلوم حقانیہ کے فاضل مولانا دیندار صاحب حقانی کا کیا حال ہے؟ ان سے بھی رابطہ رہتا ہے؟

مولانا جلال الدین حقانی | وہ اپنے مرکز میں ہیں ان کے لوگ جہاد کے عادی نہیں ہیں۔ مگر خود مولانا دیندار صاحب بڑے مجاہد اور جہاد کا جذبہ رکھتے ہیں۔ ہم ان کے محاذ پر ان کے ساتھ بھی امداد کرتے رہتے ہیں۔

حضرت الشیخ۔ مولانا گل منیر صاحب کا کیا حال ہے۔ کچھ عرصہ سے ان کی کوئی خبر نہیں آرہی۔

مولانا جلال الدین حقانی | مولانا گل منیر صاحب بھی اپنے محاذ پر مصروف جہاد ہیں۔ ان کا جذبہ جہاد حیرت انگیز اور ان کی جرأت قابل رشک ہے۔ حال ہی میں ان کے ایک داماد (جو دارالعلوم حقانیہ کے فاضل ہیں) جنگ کے دوران زخمی ہو گئے ہیں۔

مولانا گل منیر صاحب کے تین بیٹے حقانیہ کے فاضل ہیں اور تینوں اس وقت روسی دشمن کے ساتھ نبرد آزما ہیں۔ ان کا چھوٹا بیٹا، اب آپ کے ہاں دارالعلوم حقانیہ میں زیر تعلیم ہے۔

مولانا گل منیر صاحب کو محاذ جنگ پر رفقاء بھی اچھے اور کام کے ملے ہیں۔ ان کے ساتھی ان کا بڑا احترام اور اطاعت کرتے ہیں۔

حضرت الشیخ | ہمارے وزیرستان کے حقانی فضلاء ....

مولانا جلال الدین حقانی | جی ہاں! وزیرستان کے حقانی فضلاء بھی ہمارا خوب تعاون کر رہے ہیں اسلحہ اور مالی امداد کے علاوہ افرادی اور جانی امداد بھی کرتے ہیں۔ میدان جنگ میں مجاہدین کے ساتھ شریک رہتے ہیں۔ حال ہی میں

ہیں مولانا قاری لعل محمد صاحب وزیرستانی رجو دارالعلوم حقانیہ کے فاضل، زمانہ طالب علمی میں حضرت اقدس کی مسجد کے امام اور حضرت کے خاص خادم تھے) بھی مختلف محاذوں پہ مجاہدین کے ساتھ شریک رہے اور جنگ لڑی۔

حضرت الشیخ | مولانا قاری لعل محمد صاحب حقانی اور دوسرے فضلاء حقانیہ جب بھی ملنے آتے ہیں تو میں جہاد کے موضوع اور اس کی ترغیب وتشویق پر بھی ان سے کچھ نہ کچھ عرض کر دیتا ہوں۔ اس سے قبل جب آپ سے ملاقات ہوئی تھی، اب کی ملاقات اس سے مختلف معلوم ہوتی ہے۔ اب پہلے کی نسبت آپ کے عزائم بلند، چہروں پہ بشاشت، اطمینان اور نور ایمان نظر آتا ہے۔ خدا تعالیٰ استقامت عطا فرمائے۔

غزوہ احزاب میں جیسے رب قدیر کی غیبی نصرت سے ایک تیز ہوا سے دشمن برباد ہو گئے تھے۔ مجھے یقین ہے انشاء اللہ یہاں بھی باری تعالیٰ مجاہدین کے احزاب کی ایسی ہی امداد فرمادیں گے۔ اور ہر وقت یہی دعا کرتا رہتا ہوں۔

مولانا جلال الدین حقانی | جی ہاں! آپ کی دعاؤں کا صدقہ، ایسی غیبی نصرتوں اور اللہ کی امداد کا مشاہدہ ہر وقت اور ہر ایک کو ہوتا رہتا ہے۔ کئی بار روسی دشمنوں نے طیاروں کے ذریعہ چھوٹے بم، پتنگوں، کنکریوں اور سبز پتوں کی شکل کے اور کبھی مٹی کے چھوٹے ڈھیلوں کی شکل کے برسائے۔ رات کو بادل آئے، بارش ہوئی اور ژالہ باری بھی، ژالہ باری سے وہ بم از خود پھٹنے لگے۔ مجاہدین نے بمباری کی آواز سن کر مورچے سنبھال لئے مگر دشمن کہیں نظر نہ آتا تھا صبح جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ دشمن نے جو ہمزنگ زمین بم برسائے تھے ژالہ باری سے وہی بم پھٹے ہیں اور رات کو انہی کے پھٹنے کی آواز، دشمن کی بمباری معلوم ہوتی تھی۔

حضرت الشیخ | جی ہاں! یہ خدا کی قدرت کے مظاہرے ہیں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ غزوۂ حنین میں جب کثرت سے چیونٹیاں آئیں تو صحابہ کرام کے دریافت کرنے پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت ہے کہ ملائکہ چیونٹیوں کی صورت میں نازل ہوتے ہیں۔

مولانا جلال الدین حقانی | افغان مجاہدین کے ساتھ بھی خدا تعالیٰ کی غیبی نصرتوں کا مشاہدہ اتنا عام ہو گیا ہے کہ ہر ایک کو یقین ہونے لگا ہے کہ واقعۃً یہ غیبی نصرت اور خدائی امداد ہے ہم دیکھتے ہیں کہ جب بھی روسی دشمن کے طیارے مجاہدین پر بم باری کرنے آتے ہیں تو ان طیاروں کو پرندوں نے چاروں طرف سے گھیرا ہوتا ہے۔ تو ایسا طیارہ جس کے ساتھ پرندوں کی جھرمٹیں ہوتی ہیں جب بھی بمباری کرتا ہے تو اس کی بمباری سے کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا اب مجاہدین جب بھی کسی حملہ آور طیارے کے ساتھ پرندے دیکھ لیتے ہیں تو اپنی محافظت اور دفاع سے مطمئن رہتے ہیں حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے بچے کہتے ہیں کہ ایسے طیارے کے حملے سے بچاؤ کا اہتمام کرنا بزدلی کا مظاہرہ ہے۔ تعجب تو اس بات پر ہے کہ پرندے جو جہاز کی گڑگڑاہٹ سے ڈرتے اور بھاگتے ہیں مگر یہاں وہ بمبار طیاروں سے لپٹے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ میدان جنگ میں جسمانی طور پر مجاہدین کو جو تکالیف پہنچتی ہیں۔ مثلاً ہاتھ کٹتے

ہیں پاؤں ٹوٹتے ہیں کاری زخم لگتے اور چوٹیں آتی ہیں مگر احساس درد جیسا کہ تکلیف کی مناسبت سے ہونا چاہیئے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور اگر ہوتا بھی ہے تو بہت کم۔ جب کہ بغیر جہاد کے ایک کانٹا بھی چبھ جائے تو اس کی چبھن کا سہنا مشکل ہوتا ہے۔ مگر جہاد کے مجروحین کو بندوق کی گولی اور بڑے کاری زخموں سے ایسی تکلیف نہیں پہنچی جو قابل برداشت نہ ہو۔ دوسری جانب جب دشمن کے زخمی فوجی ہمارے ہاتھوں لگتے ہیں تو انہیں دیکھ کر ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہتی کہ وہ معمولی زخموں سے کراہتے اور چلاتے ہیں۔ حضرت! بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ اب تو مجاہدین کو دشمن کی گولی، نسنہ کا ایک ٹیکہ محسوس ہوتی ہے اور یہ سب آپ کی دعاؤں کی برکات اور دارالعلوم حقانیہ کی کرامات ہیں:

اس کے بعد حضرت اقدس نے طویل دعا فرمائی۔ عجب سماں تھا سب کے ہاتھ خدا کے سامنے اور آنکھیں اشک بار تھیں۔ سب پر یقین و ایمان کی عجیب کیفیت طاری تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ خداوند ذوالجلال کی رحمتیں نازل ہو رہی ہیں سب چاہتے تھے کہ ابھی جھولیاں بھر بھر کر لوٹ لیں۔ شاید پھر ایسا موقعہ ملے گا بھی یا نہیں۔ رخصت کرتے وقت حضرت اقدس نے ایک ایک کو گلے لگایا۔ حضرت کا اصرار تھا کہ ان کے ساتھ مشایعت کریں۔ مگر مجاہدین پر حضرت کی یہ تکلیف شاق تھی اس لئے بہ منت حضرت اقدس سے یہیں سے اجازت لی۔

مجاہدین کی ایک تازہ کامیابی | دارالعلوم حقانیہ ایک بہادر اور قابل فخر فرزند جناب مولانا فتح اللہ افغانستانی حقانی فاضل حقانیہ کی امارت میں (جن کا تعلق حزب اسلامی کے یونس خالص اور جلال الدین حقانی گروپ سے ہے) کی کمانڈ میں مجاہدین نے مرکز ٹیری تھانہ پر کامیاب حملہ کیا اور طویل معاصرے کے بعد قلعہ فتح ہوا۔ مجاہدین کو اس حملہ میں جنگی ساز و سامان کی ایک بڑی تعداد ملی۔ تقریباً دشمن کے ایک سو ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں تباہ اور دشمن کے ایک سو افسر ایک سو ستاسی فوجی اور ایک سو چار ملیشیا سپاہی ہلاک اور ایک سو اٹھاسی افراد زخمی ہوئے۔ مجاہدین میں سے سولہ افراد شہید اور پینتیس زخمی ہوئے۔　(رپورٹ مصدقہ مولانا جلال الدین حقانی امیر جہاد)

انٹرویو — الدکتور عبد اللہ عزام (عربی)
ترجمہ:- حافظ محمد ابراہیم فانی

جہادِ افغانستان کے ممتاز رہنما مولانا جلال الدین حقانی

عربی مجلہ الاصلاح سے انٹرویو

جہاد افغانستان میں برسرپیکار حزب اسلامی (مولانا یونس خالص گروپ) کے سرکردہ رہنما مجاہد جلیل مولانا جلال الدین حقانی عرصہ سے سرخ سامراج کے خلاف برسرپیکار ہیں موصوف دارالعلوم حقانیہ کے قابل فخر فرزند اور کچھ عرصہ مدرس بھی رہے ہیں۔ ان کا یہ انٹرویو متحدہ عرب امارات کے ہفتہ وار مجلہ الاصلاح میں شائع ہوا ہے جو کہ آپ سے عالم عرب کے دکتور عبداللہ عزام نے لیا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔ ادارہ

معرکۂ جہاد میں مصروفِ کار اصحابِ عزیمت میں سے جن کی پیشانیاں غبارِ جہاد سے چمکدار۔ جن کی آوازیں طیاروں اور بموں کے دھماکوں میں غائب اور جن کی شخصیتیں سامان حرب میں مخفی ہیں ہیں سے ایک مجاہد جلال الدین حقانی ہیں۔ یہ عالم مجاہدین افغانستان کے مشاہیر میں سے ہیں۔ ایسی شخصیت آپ کو بہت ہی کم نظر آئے گی۔ جنہوں نے اپنی زندگی اور جان و مال جہاد کے لئے وقف کی ہو۔ عرصہ آٹھ سال سے پہاڑوں اور صحراؤ جنگلات میں مسلح زندگی گذار رہا ہے۔ آپ کی سنجیدگی پروقار خاموشی، حسنِ سیرت، عربی پر قدرت اور نماز کے بعد طویل دعا و عاجزی انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ لمبی داڑھی نمود و تشہیر اور مناصب دنیویہ سے کنارہ کش۔ گویا سلفِ صالحین کا جیتا جاگتا نمونہ آپ کے سامنے ہے۔

آپ کا نام نامی جلال الدین حقانی۔ جائے پیدائش جدران صوبہ پکتیا اور عمر بیالیس[۴۲] سال ہے۔

تعلیم کا آغاز   دس سال میں نے افغانستان کے مختلف دینی مدارس میں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد پاکستان آیا۔ اور مدرسہ

دارالعلوم حقانیہ (اکوڑہ خٹک) میں چار سال گذارے۔ تکمیل تحصیل علم کے بعد اسی دارالعلوم میں بعہدۂ تدریس مقرر رہا۔ ایک سال گذارنے کے بعد میں افغانستان چلا گیا۔ اور وہاں مدرسہ دینیہ میں تین سال تک مدرس رہا۔

باقاعدہ جہاد کا آغاز | سردار محمد داؤد کے انقلاب ۱۹۷۴ء میں

آپ کی تاریخ جہاد کی جھلکیاں | سردار داؤد کے سرخ انقلاب کے بعد ہم نے روسیوں کی ایک جماعت پر ہلّہ بول دیا جن میں سے تیرہ افراد قتل ہوئے۔ جب اس واقعہ کی خبر حکومت تک پہنچی تو پولیس نے میرے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ ہم بارہ افراد پہاڑ میں جا چھپے۔ یہاں تک کہ میرے اور شاگرد بھی جن کی تعداد ۶۰ تھی ہمارے ساتھ مل گئے۔ ڈیڑھ ماہ بعد ہمارے تعاقب میں حکومت کا مسلح دستہ آ پہنچا۔ ہمارے اور ان کے درمیان تین دن تک مسلسل لڑائی کے بعد وہ شکست کھا کر بھاگ گئے۔ لیکن انہوں نے ہماری رسد و خوراک کے راستے مسدود کر دئے۔ داؤد حکومت کے ملازمین اکثر کمیونسٹ تھے۔ جس کے باعث مسلمانوں اور ان کے درمیان ہمیشہ چپقلش رہتی۔ مگر مسلمان ہمیشہ غالب رہے۔ لیکن حکومت کمیونسٹوں کی حمایت کرتی رہی۔

ہجرت پاکستان | پھر ہم دیگر زعماء جہاد کی طرح ہجرت پاکستان پر مجبور ہو گئے۔ داؤد ہی دور حکومت میں ہم خفیہ سرحدات پار کر کے افغانستان گھس جاتے۔ اور تین تین چار چار ماہ تک لوگوں کو اسلام کی طرف رغبت اور کمیونزم سے نفرت کی تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے۔ ہمارے پاس کچھ بم اور تھوڑا بہت اسلحہ بھی تھا۔ اس دوران ہمارے کئی معرکے کمیونسٹوں سے ہوئے جس میں دو کمیونسٹ لیڈر دین محمد مہمند رز مک صوبہ پکتیا اور ربر کی برک قتل کر دئے گئے لیکن ہمیں بھی نہایت دشوار گذار مراحل سے گذرنا پڑا۔

مئی ۱۹۷۸ء اور انقلاب ترکئی | پشاور میں مجاہدین کا ایک اجتماع ہوا۔ جس میں فیصلہ کیا گیا کہ افغانستان میں داخل ہو کر جہاد اور نفیر عام کا اعلان کیا جائے۔ اس اجتماع کے تین دن بعد میں اور مولوی نصر اللہ منصور ولایت پکتیا چلے گئے۔ اور ہم لوگوں سے ملے۔ اور انقلاب ترکئی کے چھ دن بعد ان کو جہاد پر آمادہ کر لیا۔ لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ اور ہم جدران صوبہ پکتیا کے پہاڑوں میں نہایت تنگی و عسرت سے سات مہینے تک رہے۔ ہمیں لباس اور خوراک کی اشد ضرورت تھی لیکن لوگوں نے ہماری ضروریات پوری نہ کیں۔ پھر سردی شروع ہو گئی اور پہاڑوں پر برف باری ہونے لگی۔ لہٰذا ہم پہاڑوں سے اتر کر خوست صوبہ پکتیا میں آ گئے۔ یہاں تین ماہ گذارے لیکن لوگ جہاد کی طرف راغب نہ ہوئے۔ ابتداء میں ہماری تعداد تیس افراد پر مشتمل تھی۔ اس کے بعد آخر سال تک ہماری تعداد ۵۰۰ ہو گئی۔

ایک دن میں تقریباً ۴ ہزار افراد کی شہادت | انقلاب کے بعد ترکئی نے اسلام کے متضاد قوانین کے اجراء کا اعلان کیا۔ مثلاً مساوات مرد و زن اور بے پردگی کی کھلم کھلا اجازت و حمایت اور تجدید طلاق و ازدواج وغیرہ۔ لوگوں کے املاک و اموال پر قبضہ اور اس کی تقسیم و توزیع شروع کی۔ ان خلاف اسلام اور ضد شریعۃ امور و قوانین کی وجہ سے علماء

نے ترکئی کی تکفیر کا فیصلہ اور فتویٰ صادر کیا۔ حکومت کے خلاف مظاہرے شروع ہوئے۔ ہرات میں عظیم الشان مظاہرہ ہوا جسے دبانے کے لیے حکومت کے ٹینک اور طیارے حرکت میں آ گئے۔ اور صرف ایک دن میں ۴۰ پچاس ہزار افراد نے جام شہادت نوش کیا۔ اس ذلیل حرکت کے بعد حکومت کے خلاف افغانستان کے طول و عرض میں غم و غصہ اور نفرت کی لہر دوڑ گئی۔ اس موقع پر روسی افواج افغانستان کی سرزمین میں داخل ہوئی تو ہر جانب سے مسلح بغاوت اور مدافعت کا آغاز ہوا۔

جہاد کے بارے میں آپ کی کیا توقعات ہیں؟ | ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری نصرت فرمائے گا اور دشمن ذلیل و رسوا اور ہزیمت خوردہ ہو کر افغانستان سے نکلنے پر مجبور ہو گا۔

آپ کے ساتھ کتنے مجاہدین ہیں؟ - تقریباً ۲۰ ہزار۔

شکست و فتح میں آپ کی پوزیشن؟ - اکثر معرکوں میں ہم فاتح و کامران رہے۔ اس سال ہر معرکے میں ہمیں کامیابی ہوئی۔

آپ کس لیے لڑتے ہیں؟ تاکہ زمین پر اللہ کا حکم غالب اور نافذ ہو۔ لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا۔

مجاہدین کس حال میں ہیں؟ روحانی حالت تو ان کی نہایت ہی بلند و بالا ہے لیکن حالت مادی بہت ہی مایوس کن ہے۔ ان میں جو زخمی ہو جاتے ہیں انہیں پشاور کے ہسپتال میں داخل کرانا پڑتا ہے۔ صحت یاب ہونے پر وہ خالی ہاتھ واپس افغانستان کی حدود میں داخل ہوتے ہیں۔

بعض معرکوں کے بارے میں کچھ ارشادات | بہت سے معارک میں صرف دو جنگوں کے بارے میں آپ کو بتاتا ہوں۔

۱۔ پہلا معرکہ، ٹینکوں کے مقابلہ میں۔ ترکئی دور حکومت میں ہمارے پاس ٹینکوں کے مقابلے میں کوئی اسلحہ نہ تھا جس کے باعث ہم پریشان تھے۔ ہم نے کچھ روپے جمع کئے تاکہ ٹینک شکن گولے خریدیں مگر ہم کامیاب نہ ہوئے۔ ہماری تعداد صرف ۳۵۰ تھی۔ ترکئی فوج کا ایک حصہ جو ہزاروں افراد۔ ٹینک۔ طیاروں کلاشنکوف اور دیگر سامان حرب سے لیس تھا ہم پر حملہ آور ہوا۔ تین دن تک لڑائی جاری رہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح و کامیابی سے ہمکنار کیا۔ مال غنیمت میں ۲۵ ٹینک شکن بندوقیں اور گولے اور آٹھ ٹینک ہاتھ آئے۔ علاوہ ازیں ایک ہزار افراد قیدی بنائے۔ جن میں سے ہر ایک کلاشنکوف سے مسلح تھا۔

۲۔ دوسرا معرکہ۔ کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ۔ کا عملی مظاہرہ۔

۵۹ مجاہدین کے گروہ پر ڈھائی ہزار افراد۔ ۲۲۰ ٹینک اور بم بار طیاروں سمیت حملہ آور ہوئے۔

نتیجہ میں ۴۵ ٹینک اور ایک موٹر تباہ۔ ۱۵۰ افراد واصل جہنم اور ایک سو زخمی ہوئے۔ اور مال غنیمت میں ۷ کلاشنکوف۔ ایک راکٹ لانچر اور بہت سا گولہ بارود ہاتھ آیا۔ (جاری)

کنول لان، صنم پاپلین
بے نظیر پاپلین
کہکشاں پرنٹ
سنگم بوسکی
مایہ ناز پاپلین
کمانڈر پاپلین
پریذیڈنٹ لان
جمال ۳۰۰۰ پاپلین
جمال ۵۰۰۰ لان
۲-ڈائمنڈ ٹسر
صنم ڈیلکس پاپلین
پول کارڈ
سوٹنگ
دِلکش
دِلنشیں
دِلفریب
حُسین
کے
پارچہ جات
حُسین کے خوبصورت پارچہ جات
نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں،
بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی،
نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا
مرد دونوں کے ملبوسات کیلئے
موزوں۔ حُسین کے پارچہ جات،
شہر کی ہر بڑی دکان پر،
دستیاب ہیں۔
HUSEIN
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رَو
حُسین ٹیکسٹائل ملز
حُسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی
کا ایک ڈویژن
جوبلی انشورنس ہاؤس آئی آئی چندریگر روڈ کراچی

SOHRAB
PCICS LTD
پاکستان کا
نمبر
1
بائیسکل
سُہراب

ایگل
ایک عالمگیر
قلم
EAGLE
خوشخط
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کے
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ،
EAGLE
IRIDIUM
ہر
جگہ
دستیاب
آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی لمیٹڈ

حافظ محمد ابراہیم فانیؔ مدرس دار العلوم حقانیہ

(خانوادہ مولانا نصیر الدینؒ شیخ الحدیث کا ایک فرد فرید)

علامہ مولانا قطب الدینؒ صاحب غورغشتوی

وادئ چھچھ ضلع اٹک کا وہ مردم خیز خطہ ہے جس کی آغوش میں کتنے اعاظم رجال اصحاب رشد و ہدایت ارباب زہد و تقویٰ صدر نشینان مسند معرفت و طریقت تاجوران اقلیم علم و آگہی جادہ پیمایان تصوف و سلوک اور بادہ نوشان عرفان و ایقان پھلے پھولے۔ اور اپنی زندگی کا وافر حصہ اس بقعۂ نور کے گوشۂ خمول میں گزار کر علم و عرفان کے ایسے دریا بہائے کہ آج تک تشنگان علوم و فنون ان سے اپنی تشنہ کامی کا مداوا کرتے ہیں۔ مولانا عبدالرحمن کاملپوری۔ مولانا سید عبدالشکور جلالوی۔ مولانا قطب الدین۔ مولانا نصیر الدین غورغشتوی مولانا قاضی پوری اور مولانا دامانی جیسے عظیم شخصیات اس سرزمین کے قابل افتخار ابناء اور باعث ناز فرزند ہیں۔ اس خطہ کے بارے میں استاذ محترم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

"وکانت ارض چھچھ" موشحۃ بازھار العلم والورع ولا زالت متلالاۃ بجواھر ثمینۃ کامثال الشیخ قطب الدین الغورغشتی والشیخ الاجل عبدالرحمن البھودی ومولانا سعد الدین الجلالوی وغیر ذالک من اعلام العلم والفضل

موضع غورغشتی کو علمی حلقہ میں وہ مقام حاصل ہے جیسا کہ قرون اولیٰ و وسطیٰ میں بصرہ و کوفہ اور سمر قند و بخارا کو حاصل تھا۔ یا ہمارے زمانے میں دیوبند و سہارنپور کو۔ یہ اس لئے کہ یہ بستی ایسے باشہامت ہستیوں کا مولد و مدفن ہے جو بیک وقت اقطاب الارشاد اور مرکز دائرہ علم و فضل تھے اور جن کا بار احسان تا قیامت علمی دنیا فراموش نہ کر سکے گی۔ ان نفوس قدسیہ میں ایک حضرت العلامہ مولانا قطب الدین صاحب غورغشتوی ہیں جن کا تذکرہ پیش خدمت ہے۔

اخلای ان شطّ الحبیب وداره وعزّ تلاقیه وناءت منازله
وفاتکم ان تبصره بعینکم فما فاتکم منه شئ فهذی شمائله

نام نسب | آپ ۱۲۶۰ھ میں حضرت العلامہ شہاب الدین کے گھر پیدا ہوئے۔ خاندانی لحاظ سے آپ کا تعلق پٹھانوں کے قبیلہ کاکڑ سے ہے۔ اس قبیلہ کے افراد قندہار اور بلوچستان میں بکثرت آباد ہیں۔ آپ کے جد امجد محمد اشرف خان قندہار سے سلطان محمود غزنوی کے ساتھ ہنود کے خلاف جہاد کے لئے نکلے اور بلوچستان کے علاقہ

پیشین سے ہوتے ہوتے یہاں غورغشتی میں مستقل سکونت اختیار کی کسے معلوم تھا کہ اس چھوٹے سے قریہ میں جو دریائے سندھ کے کنارے آباد ہے۔ آپ کے ورود مسعود سے علم وعرفان کا ایک بحر ناپیدا کنار موجزن وتلاطم خیز ہوگا۔ مشیت ایزدی کی نظر انتخاب نے اس دورافتادہ بستی کو اس شرف اکبر اور نعمت عظمیٰ سے سرفراز کیا جس کی وجہ سے قال اللہ و قال الرسول کی صداؤں سے فضا میں ارتعاش پیدا ہوا۔ اور ہر جانب حلقہ ہائے درس اور محافل ومجالس ذکر سجنے لگے۔ دنیا و مافیہا سے بے خبر اصحاب عزیمت قرون وسطی کی یاد تازہ کرتے ہوئے قطار اندر قطار آن وارد ہوئے ؎

انوکھی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہیں   یہ عاشق کونسی بستی کے یارب رہنے والے ہیں

ابتدائی تعلیم اور زروبی تشریف آوری | ابتدائی کتابیں آپ نے غورغشتی میں اپنے بزرگوں سے پڑھیں اور دیگر علوم وفنون، منطق، ریاضی، حکمت وفلسفہ اصول وعقائد اور فقہ کی تکمیل کے لیے زروبی (ضلع مردان) تشریف لائے۔ یہاں آپ نے حضرت العلامہ شاہ سعید صاحب جو کہ علوم عقلیہ ونقلیہ میں مسلّم اور استادکل کی حیثیت رکھتے تھے اور جن کی علمیت کا شہرہ برصغیر پاک وہند سے باہر ایران وخراسان اور مشرق بعید تک پھیلا ہوا تھا سے کتب معقولات ومنقولات پڑھیں۔ عرصہ چار سال تک آپ یہاں فروکش رہے۔

اسناد حدیث کے لئے ہندوستان کا سفر | مبادیات علوم سے جب فارغ ہوئے تو اسناد حدیث کے لئے ہندوستان کی طرف رخت سفر باندھا۔ اور برصغیر کی مشہور دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اس وقت حضرت قطب الارشاد رشید احمد گنگوہیؒ دورۂ حدیث پڑھا رہے تھے۔ آپ نے ان ہی سے دورۂ حدیث پڑھا حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی اور مولانا سیف الرحمٰن صاحب آپ کے ساتھ دورہ میں شریک وہم درس رہ چکے ہیں۔

تدریس | فراغت کے بعد ریاست مینڈھو (علی گڑھ) میں بحیثیت صدر مدرس آپ کا تقرر ہوا۔ کتب معقول شرح مطالعہ شرح اشارات خیالی۔ ملاحسن وقطبی قاضی اور حمد اللہ وغیرہ آپ کے زیر تدریس رہے۔ مولانا سیف الرحمٰن مہاجر کابل کے ساتھ آپ کے گہرے مراسم وروابط استوار تھے۔ کیونکہ دونوں نے طالب علمی کا اکثر حصہ ایک ساتھ گذارا تھا۔ زروبی میں اور اس کے بعد دیوبند میں دونوں ہم درس رہ چکے تھے۔ جب مولانا سیف الرحمٰن صاحب مدرسہ فتح پوری میں مدرس اعلیٰ مقرر ہوئے۔ انہوں نے آپ کو مدرسہ فتحپوری دہلی میں تدریس کی دعوت دی۔ آپ نے ان کی دعوت قبول کی اور مدرسہ فتحپوری تشریف لے گئے۔ مولانا کے آتے ہی مدرسہ کو اطراف واکناف سے طلبہ کا آنا شروع ہوا۔ اور علمی لحاظ سے سارے ہندوستان میں امتیازی مقام حاصل کیا۔ اسی مدرسہ میں مولانا سیف الرحمٰن صاحب احادیث پڑھاتے تھے اور حضرت العلامہ عقائد و کلام اور

منطق کی کتابیں تدریس فرماتے رہے۔ اثنائے تعلیم مولانا سیف الرحمن صاحب بیمار پڑ گئے جب بیماری ممتد ہوئی تو ان کے حکم و اشارہ سے ان کے اسباق مولانا قطب الدین کے سپرد کردئے گئے۔ الغرض تک تو طالب علم آپ کے عقائد و معقولات میں یکتائے روزگار سمجھتے تھے۔ اب وہ بحیثیت عظیم اور باکمال محدث کے متعارف ہوئے۔ اور بغیر کسی سابقہ تیاری کے تحقیق مذاہب تفصیل و تحقیق احادیث تفسیر و تطبیق روایات مباحث متن و سند اور وجوہ ترجیح مذہب حنفی پر ایسے فاضلانہ درس دئے کہ طالب علم انگشت بدنداں رہ گئے۔ وطن واپس آکر دوبارہ آپ کو مدرسہ فتحپوری بلایا گیا۔ لیکن بعض مجبوریوں کی بنا پر نہ جا سکے۔ بعدازاں مدرسہ اسلامیہ چکوال ضلع جہلم تشریف لے گئے۔ اور وہاں پر کچھ مدت تک پڑھاتے رہے۔ چکوال کے بعد پیر صاحب مکھڈ شریف کی دعوت پر مکھڈ تشریف لے گئے۔ وہاں کافی زمانہ پڑھائی کے بعد مستقل طور پر گاؤں تشریف لائے اور تادم مرگ حسبۃً للہ پڑھاتے رہے۔

بیعت و تصوف | روحانی فیض آپ نے میاں شیر محمد صاحب شرقپوری سے حاصل کیا اور منازل سلوک و مقامات تصوف کئے۔

مَن عادیٰ لی ولیًّا | حضرت والد گرامی نور اللہ مرقدہٗ مولانا عبدالحلیم صاحب صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ آپ کے شاگرد رہ چکے تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ ایک عبرت انگیز واقعہ سنایا کہ حضرت کی عادت یہ تھی کہ صبح سے لے کر ظہر تک آپ اپنی مسجد میں درس دیا کرتے تھے۔ ظہر کی نماز کے بعد رہٹ تشریف لے جاتے۔ درس و تدریس کے ساتھ زمینداری بھی کیا کرتے تھے۔ گرمی کا موسم تھا۔ بارش نہایت زور شور سے برسنے لگی۔ اس وجہ سے آپ رہٹ پر تشریف نہ لے جاسکے۔ جب بارش تھم گئی۔ تو ایک شخص مسجد میں آیا۔ اور حضرت سے عرض کیا کہ فلاں شخص نے بارانی پانی کا رخ آپ کے کھیت کی طرف موڑ دیا ہے۔ جس کی وجہ سے فصل زیر آب ہو کر تباہ ہو گیا ہے۔

حضرت نے مجھے فرمایا کہ آؤ رہٹ چلیں۔ ہم دونوں رہٹ چلے گئے۔ وہاں پر کیا دیکھتے ہیں کہ فصل بالکل تباہ ہو گئی ہے۔ جب واپس ہوئے تو حضرت نے عصر کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد کسی سے کہا کہ اس شخص کو بلاؤ۔ جب وہ شخص مسجد کے قریب آیا اور جوتے اتارنے لگا تو اسے کھانسی کا شدید دورہ پڑا۔ وہ بیٹھ گیا حتیٰ کہ منہ سے خون بہنے لگا۔ لوگوں نے اسے چارپائی پر ڈالا اور گھر لے گئے۔ مسلسل خون آنے سے وہ مرگیا۔

والد صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ من عادیٰ لی ولیًّا فقد آذنتہٗ بالحرب والا معاملہ اس کے ساتھ کیا گیا۔

کردار و شخصیت | حضرت العلامہ خوش اطوار و خوش خوراک پروقار و بارعب وجیہہ شخصیت اور شان و جاہ و تمکین کے مالک تھے۔ آپ کی موجودگی میں کسی کو بات کرنے کی جرأت نہ تھی۔ درس سے فراغت کے بعد جب گھر تشریف لے جاتے تو راستے میں ہر شخص دہشت بستہ رک جاتا۔ آپ جیسا جلال و علمی تفوق بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ جمعیت و خودداری آپ کے ہر بن مو اور رگ و پے میں سرایت کر گئی تھی۔ بڑے

سے بڑا رتبہ رکھنے والے شخصیت کو درخور اعتنا نہ سمجھتے تھے۔

ایک دفعہ علاقے کا ڈپٹی آپ کے پاس ملاقات کے لئے حاضر ہوا اور ان سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس وقت ڈپٹی کا مرتبہ گورنر سے کم نہ تھا۔ مولانا درس میں مشغول تھے آپ کو اطلاع دی گئی کہ ڈپٹی صاحب ملاقات کے لئے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اب تو میں فارغ نہیں ہوں۔ جب پڑھائی سے فارغ ہوئے تب ان کو ملاقات کی اجازت مل گئی۔

بہت سے معرکوں مقدمات اور خاندانی چپقلشوں کا آپ نے خاتمہ کردیا۔ ایک شخص پر شاتم رسولؐ ہونے کا الزام تھا۔ حکومت نے اس کو صوابی کی حوالات میں بند کر دیا۔ اور علماء سے فتویٰ طلب کیا۔ کہ اس شخص کے بارے میں کوئی فتویٰ صادر فرمائیں کیونکہ وہ تائب ہوگیا ہے۔ علماء آپس میں شاتم رسولؐ کے توبہ کے بارے میں مختلف ہوئے مگر اکثریت کی رائے یہ تھی کہ شاتم رسولؐ کا توبہ قابل قبول نہیں اور ایسا بد باطل شخص واجب القتل ہے۔ بہرحال مقدمہ نے سنگین صورت حال اختیار کی۔ فریقین کے درمیان مناظرہ طے ہوا۔ اس مقدمے کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ عوام نے بھی اس مقدمہ میں دلچسپی لی۔ بالآخر علماء کے درمیان فیصلہ کے لئے مولانا قطب الدین صاحب غورغشتی سے بلائے گئے۔ اس دن تحصیل میں بے پناہ ہجوم تھا۔ ہر شخص کے دل میں جذبات کا طوفان امڈ رہا تھا کہ شاتم رسولؐ کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ آخر کار حضرت العلامہ کی عبقری شخصیت نے اس عظیم مقدمے کا فیصلہ کر دیا۔ جب تک زندہ رہے کسی فتنہ کو سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔

تلامذہ | آپ کا حلقۂ تلامذہ نہایت وسیع ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق دس ہزار شاگردوں نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا جن میں بعض حضرات کے نام یہ ہیں۔

حضرت العلامہ شیخ الحدیث نصیر الدین غورغشتوی رحمہ اللہ۔ یہ عظیم بقیۃ السلف ہستی رشتہ میں حضرت العلامہ کے چچا ہیں۔ لیکن آپ ان سے عمر میں بڑے تھے۔ اس لئے حضرۃ العلامہ بڑے مولانا صاحب اور مولانا نصیر الدین صاحب چھوٹے مولوی صاحب کے نام سے مشہور ہوئے۔

مولانا سمیع الحق صاحب نے ان کے بارے میں بجا طور پر فرمایا ہے۔ کہ "پوری زندگی قرون اولی کے محدثین کا نمونہ تھی۔ اور جس طرح ہندوستان کی سرزمین میں شاہ ولی اللہ مرحوم نے حدیث نبوی کی قندیل روشن کی اسی طرح شمال مغربی سرحدی علاقے اور وسط ایشیا کے بلاد میں جو علمی زوال و انحطاط کا شکار ہو چکے تھے۔ حدیث کا غلغلہ حضرت مرحوم ک[illegible] سے ہوا"۔

۲۔ حضرت مولانا خان بہادر صاحب عرف علامہ مارتونگ صاحب۔ آپ نے مدرسہ فتح پوری دہلی میں کتب معقول حمد اللہ۔ قاضی مبارک۔ میر زاہد قطبی۔ میر زاہد ملا جلال صدرا میر کلاں تصریح اقلیدس اور بیڈھو (علی گڑھ) میں شرح اشارات و شرح مطالع و شرح چغمینی خیالی حضرت العلامہ سے پڑھیں۔ اور اجازت حدیث

بھی آپ ہی سے حاصل کی۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔
پہلے حضرت مولانا قطب الدین صاحب غورغشتی سے دورۂ حدیث پڑھانے کی اجازت لوں۔ اجازت کے ارادے سے میں نے حضرت کی خدمت میں حاضری دی۔ اس وقت مولانا طلباء کو موطا پڑھا رہے تھے۔ میں نے ان سے اجازت حدیث مانگی۔ انہوں نے مجھے موطا امام مالک دے دی۔ اور پڑھنے کا حکم دیا۔ میں نے جب پہلا صفحہ پڑھا تو انہوں نے مسکرا کر کتاب بند کر دی۔ اور فرمایا جاؤ میری طرف سے آپ جیسے آدمیوں کو صحاح ستہ پڑھانے کی اجازت ہے۔ کیونکہ یہ ہر انسان کے بس کی بات نہیں[2]

۳۔ حضرت العلامہ مولانا عبدالحلیم صاحبؒ زروبوی ۔ آپ نے دوران اقامت غورغشتی آپ سے سلم العلوم۔ ملاحسن غلام یحیٰی ۔ قاضی امور عامہ ضیالی اور نورالانوار وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ اور دو سال تک ان سے استفادہ کرتے رہے۔ نجی محافل میں اپنے شفیق استاد کا تذکرہ مزے لے کر فرمایا کرتے تھے۔

۴۔ حضرت العلامہ عبدالسلام قندہاریؒ ۔ آپ نے حضرت العلامہ سے مینڈھو (علی گڑھ) میں شرح مطالع ۔ شرح اشارات خیالی اور شرح چغمینی پڑھیں۔ اور غورغشتی میں بھی کافی عرصہ تک ان کے ساتھ رہے۔

۵۔ مولانا عبدالودود صاحب ہزاروی فاضل دیوبند۔ آپ نے ریاست مینڈھو میں آپ سے قطبی اور ملاحسن وغیرہ پڑھیں۔

۶۔ مولانا محمد صدیق صاحب زروبوی فاضل دیوبند۔ ۷۔ حضرت مولانا شفیع اللہ صاحب بام خیل (مردان) سابق مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ۔ ۸۔ مولانا عبدالرزاق صاحب شاہ منصور (مردان) ۔ ۹۔ مولانا عنایت اللہ صاحب طورو (مردان) ۱۰۔ مولانا عبدالدیان ہزاروی ۔ ۱۱۔ مولانا قاضی عبدالدیان دامانی کیمبل پوری ۔ ۱۲۔ مولانا عجب خان بنوں ۔ ۱۳۔ مولانا حبیب الرحمٰن ریاست دیر ۔ ۱۴۔ مولانا عبدالحق پیرزئی چھچھ ۔ ۱۵۔ صاحبزادگان مکھڈ شریف ۔ ۱۶۔ مولانا عبدالغفور ہزاروی ۱۷۔ پروفیسر غلام جیلانی برق کیمبل پور ۔ ۱۸۔ مولانا عبدالشکور چھچھ ۱۹۔ مفتی محمد عمر شمس آباد ۔ ۲۰۔ مولانا محمد دین بدھو پور ۔ ۲۱۔ مولانا عبدالحیٰ جلالیہ ۔ ۲۲۔ مولانا عظیم خان برہ زئی ۔ ۲۳۔ مولانا غلام ربانی بہبودی ۔ ۲۴۔ مولانا حافظ علاؤالدین نورپوری ۔ ۲۵۔ مولانا ضیاءالحق نورپوری ۲۶۔ مولانا محمد عزیز نورپوری ۔ ۲۷۔ قاضی عبدالجلیل غورغشتی ۔ ۲۸۔ مولانا عبدالقدوس غازی ۔ ۲۹ مولانا عبدالکریم کابل ۔ مولانا محمد اقبال الدین چترال ۔

وصال | اللہ تعالیٰ نے آپ کو خدمت دین اور تدریس علوم کے واسطے عمر دراز عطا فرمایا تھا۔ لیکن بالآخر ۲ رصفر ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۷ رنومبر ۱۹۵۵ء کو ایک سو دس سال کے عرصہ میں رشد و ہدایت کا یہ قندیل اور فانوس علم و عرفان خاموش ہو گیا۔ فرحمہ اللہ

---

[1] مفصل حالات ماہنامہ الحق ج ۴ فروری ۱۹۶۹ء اور ج ۷ اپریل ۱۹۷۲ء میں ملاحظہ ہوں۔
[2] علمی زندگی۔ مولانا مارتونگ کی کہانی ان کی اپنی زبانی ۔ الحق۔

نیلام

ٹاؤن کمیٹی اکوڑہ خٹک ضلع پشاور میں مندرجہ ذیل ٹھیکہ جات برائے سال ۸۴-۱۹۸۳ء میعاد از یکم جولائی ۱۹۸۳ء تا ۳۰ جون ۱۹۸۴ء بذریعہ عام بولی نیلام کرنا چاہتی ہے۔ لہذا خواہشمند حضرات مقررہ تاریخ اور وقت پر دفتر ٹاؤن کمیٹی اکوڑہ خٹک تشریف لاکر بولی میں حصہ لے سکتے ہیں۔

تفصیل ٹھیکہ جات

نمبر شمار	نام ٹھیکہ	زر ضمانت	تاریخ نیلامی اور وقت
۱	آمدن محصول چنگی بمعہ راہداری فیس	۱۰۰۰۰/=	۲۴ $\frac{5}{83}$ بوقت ۱۰ بجہ
۲	منڈی مال مویشیاں	۱۰۰۰۰/=	۲۴ $\frac{5}{83}$ بوقت ۱۱ بجہ
۳	لاری اڈہ فیس	۵۰۰۰/=	۲۴ $\frac{5}{83}$ بوقت ۱۲ بجہ
۴	سلاٹر ہاؤس فیس	۲۰۰/=	۲۵ $\frac{5}{83}$ بوقت ۱۰ بجہ
۵	کوڑا کرکٹ (خاکشورہ)	۲۰۰/=	۲۵ $\frac{5}{83}$ بوقت ۱۱ بجہ
۶	سلاٹر ہاؤس خون	۲۰۰/=	۲۵ $\frac{5}{83}$ بوقت ۱۲ بجہ

المشتہر

جان محمد خان خٹک۔ چیئرمین ٹاؤن کمیٹی
اکوڑہ خٹک

INF.P, 104!

دارالعلوم دیوبند

تازہ حالات

الحمد للہ ثم الحمد للہ دارالعلوم دیوبند جو ایشیا کی ایک عظیم الشان دینی درس گاہ ہے اور جس کی روایات اور دینی وملّی خدمات روز روشن کی طرح رخشندہ وتابناک ہیں۔ بدقسمتی سے ایک عرصہ تک تعطل وجمود کا شکار رہنے اور ایک سخت تکلیف دہ دورِ ابتلاء وآزمائش سے گذرنے کے بعد ایک سال سے مکمل طور پر کھلا ہوا ہے۔ اور اپنی سابقہ روایات کے ساتھ دینی وملّی خدمات میں مصروف ہی نہیں بلکہ نمایاں طور پر ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔

موجودہ ترقیاتی کام | ۱۔ طلبہ کی تعداد میں اضافہ کیا گیا۔ ۲۔ پندرہ سو طلبہ کو امداد طعام دی گئی۔ ۳۔ مزید ۱۹۱ طلبہ کو جزوی امداد دی گئی جس کی مقدار/ ۳۰ روپے ماہوار ہے۔ ۴۔ ایک لاکھ سے زائد کی درسی کتابیں خریدی گئیں۔ اور جو دستیاب نہ ہو سکیں انہیں طبع کرایا گیا۔ ۵۔ طلبہ کو قیام وطعام کے علاوہ معیار تعلیم کی بلندی بجلی روشنی اور علاج وغیرہ کے لئے پہلے سے کہیں زیادہ سہولتیں دی گئیں۔ ۶۔ رواق خالد کی پہلی منزل کی تعمیر بہت سے نئے اضافوں کے ساتھ مکمل کی گئی۔ ۷۔ طلبہ کی علمی صلاحیت اور ذوق مطالعہ میں اضافہ کے لئے دارالمطالعہ کے اوقات میں چار گھنٹہ کا اضافہ کیا گیا۔ ۸۔ نئے تقررات میں باصلاحیت اور دیندار حضرات کا انٹرویو کے ذریعہ انتخاب کیا گیا۔ ۹۔ شیخ الہند اکیڈمی کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۰۔ جمعیۃ الطلبہ باقاعدہ منظور ہوئی اور اس کا انتخاب کرایا گیا۔ ۱۱۔ دارالاقامہ کے قدیم سینکڑوں کمروں کی مرمت کرائی گئی۔

تقابلی مطالعہ

		سابقہ	موجودہ
۱۔	تعداد کل طلبہ	۱۶۳۸	۲۴۳۳
۲۔	تعداد امدادی طلبہ	۹۰۰	۱۵۰۰
۳۔	تعداد مدرسین	۴۴	۵۴
۴۔	تعداد ملازمین	۲۴۹	۲۴۴
۵۔	تعداد وظیفہ تیل	۷۵۰	۱۳۲۴
۶۔	تعداد وظیفہ پارچہ	۶۵۷	۱۲۰۰
۷۔	تعداد جزوی امداد	×	۱۹۱
۸۔	تعداد حجرات دارالاقامہ	۲۳۰	۲۵۸
۹۔	تعداد نشست دارالاقامہ	۱۶۲۴	۲۰۲۴
۱۰۔	ہر جماعت میں اوّل، دوم سوم آنے والے طلبہ کے خصوصی وظائف	۸	۲۴
۱۱۔	طلبہ کے کمروں میں بجلی کا انتظام	×	۲۵۸

سالانہ بجٹ۔ سابقہ ۷۴ لاکھ روپے تھا اور اب بھی ۷۴ لاکھ رکھا گیا ہے۔

مستقبل کے ترقیاتی منصوبے

۱۔ رواق خالد کی دوسری منزل اور مزید جدید دارالاقامہ کی تعمیر جو طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے لئے کافی ہو۔
۲۔ دارالتربیت (دارالاطفال) کا قیام اور اس کی تعمیر
۳۔ ایک وسیع مسجد کی تعمیر جس میں اضافہ شدہ تمام طلبہ کی گنجائش ہو (قدیم مسجد ناکافی ہو چکی ہے۔
۴۔ علمی و دینی اجتماعات کے لئے ایک وسیع ہال کی تعمیر
۵۔ ملازمین کے لئے مکانات کی تعمیر — ۶ — نئی درسگاہوں کی تعمیر — ۷ — مہمان خانہ کی توسیع
۸۔ لائبریری کی تعمیر جدید — ۹ — اساتذہ دارالعلوم کی علمی ترقی کے لئے عالم اسلام سے علمی کتابوں کی فراہمی کا انتظام
۱۰۔ تمام دنیا میں پھیلے ہوئے فضلاء دارالعلوم سے روابط اور ان سے متعلق معلومات۔
۱۱۔ نصاب تعلیم اور نظام تعلیم پر تمام ذمہ داران مدارس عربیہ کا اہم کنونشن طلب کرنا۔
۱۲۔ تعلیم و تربیت کے نئے اصول و ضوابط کی ترتیب اور ان کا اجراء۔

ختم بخاری | ۱۱ مئی۔ دار العلوم حقانیہ میں ختم بخاری کے موقع پر کوئی خاص تقریب اور اس کا اہتمام نہیں کیا جاتا اور نہ ہی اسے کبھی اہمیت دی گئی ہے جیسا کہ عام طور پر اس موقع پر مدارس کا معمول ہے۔ کہ متعلقین و لواحقین اور وابستگان و خواص کے نام تقریب میں شرکت کے لئے دعوت نامے جاری کیے جاتے ہیں۔ اور اشتہارات بھی شائع کیے جاتے ہیں۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ بفضل اللہ دار العلوم حقانیہ کی خدمات، علوم و معارف کی اشاعت، ہر سال فارغ ہونے والے سینکڑوں فضلاء جو ملک و بیرون ملک دنیا کے کونے کونے میں پھیلے اور خدمت دین میں مصروف ہیں۔ اور اب ان کی ایک بڑی تعداد افغانستان کے محاذ جنگ پر روسی دشمن سے برسرپیکار ہے۔ غرض دار العلوم کے فضلاء، متعلقین اور وابستگان کا حلقہ اس قدر وسیع ہو گیا ہے کہ اب نہ تو ان کا احاطہ کسی کے بس کی بات ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ سب کو بروقت مطلع کیا جا سکے۔ پھر بھی دار العلوم کے مخلصین و متعلقین، درس حدیث کے عشاق اور حضرت شیخ الحدیث سے خصوصی وابستگی رکھنے والے ختم بخاری کے منتظر اور اس موقع پر حصول برکت و دعا کے لئے بیتاب رہتے ہیں حسب سابق اس مرتبہ بھی ایک ماہ قبل احباب و متعلقین خطوط، قاصدین، پیغامات اور فون کے ذریعہ ختم بخاری کی تاریخ کا تعین دریافت کرتے رہے جب ۹ مئی کو حضرت شیخ الحدیث نے ۱۱ مئی دس بجے ختم بخاری کا فیصلہ فرمایا تو یہ خبر آناً فاناً پورے علاقہ میں پھیل گئی۔ اور گیارہ مئی کو دس بجے سے قبل دار الحدیث کا وسیع ہال مہمانوں اور طلبہ سے کھچا کھچ بھر گیا۔

حضرت شیخ الحدیث مسند حدیث پر، اور دار العلوم کے دیگر مشائخ و اساتذہ دائیں بائیں اور سامنے سینکڑوں طلبہ صحیح بخاری کھولے بیٹھے تھے۔ عجیب پُرکیف اور روح پرور منظر تھا۔ طلبہ کے لئے ختم بخاری کی خوشیاں مزید دوبالا ہو گئیں جب انہوں نے دیکھا کہ مولانا سمیع الحق صاحب جو تین ہفتوں سے علیل اور پشاور کے خیبر ہسپتال میں چند دن زیر علاج تھے آج قدرے افاقہ سے ہیں۔ اور دار الحدیث میں تشریف فرما ہیں۔

حضرت شیخ کے طویل دعا فرمانے کے بعد حاضرین بغرض مصافحہ اور طلب دعا کی غرض سے حضرت شیخ پر ٹوٹ پڑے۔ احقر نے حضرت کے ہاتھوں کو تھام لیا۔ اور خدام و عشاق مصافحہ و دست بوسی کی سعادت حاصل کرتے رہے۔

دار العلوم اسلامیہ چارسدہ | ۱۲ مئی۔ مولانا گوہر شاہ حقانی اور مولانا غلام محمد صادق حقانی کے شدید اصرار پر حضرت شیخ الحدیث چارسدہ تشریف لے گئے جہاں سینکڑوں علماء نے باہر نکل کر دو رویہ لائنوں میں فلک

شگاف نعروں کے ساتھ حضرت شیخ کا استقبال کیا۔ حضرت شیخ کی آمد کی خبر سن کر پورا علاقہ امڈ آیا تھا۔ عشاق و مخلصین ایک نظر دیکھنے کے لیئے ترس رہے تھے۔ جب مصافحہ سے سب کی یہ تمنا پوری ہونا مشکل تھی تو دفتر کی ایک کھڑکی کھول دی گئی جہاں سے باری باری سب ایک نظر دیکھ کر دوسروں کو زیارت کا موقع بخشتے رہے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اور دارالعلوم حقانیہ کے مفتی اعظم مولانا محمد فرید صاحب نے دارالحفظ و التجوید کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس کے بعد بخاری کی تقریب تھی۔ حضرت شیخ الحدیث نے درس دیا جس میں بڑے بڑے اکابر علماء اور مختلف دینی مدارس کے شیوخ حدیث بھی موجود تھے۔ نماز مغرب سے آدھ گھنٹہ قبل واپسی ہوئی۔

جامعہ مدنیہ اٹک | حضرت العلامہ مولانا قاضی زاہد الحسینی (اٹک) کے شدید اصرار پر حضرت شیخ الحدیث ان کے مدرسہ جامعہ مدنیہ کے ختم بخاری کی تقریب میں شرکت کی غرض سے تشریف لے گئے۔ اور مدینہ مسجد کے بڑے اور وسیع ہال میں سینکڑوں افراد جو زیادہ تر جدید تعلیم یافتہ اور مختلف محکموں کے بڑے آفیسر تھے میں درس حدیث دیا اور پھر انجمن نوجوانان اشاعت القرآن کی طرف سے دیئے ہوئے عصرانہ میں بھی شریک ہوتے۔

تعلیم القرآن ویسہ | ۲۱ رمئی۔ مولانا فضل واحد صاحب حقانی اور ان کے رفقاء کی درخواست پر حضرت شیخ الحدیث دارالعلوم تعلیم القرآن ویسہ ضلع اٹک تشریف لے گئے۔ ختم بخاری کی تقریب میں شرکت کی۔ اور صحیح بخاری کی آخری حدیث کا درس بھی دیا۔

۲۱ اپریل۔ مولانا سید عطاء المحسن صاحب (صاحب زادہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری) دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ دفتر اہتمام میں حضرت شیخ سے ملاقات کی۔ بعض اہم علمی مسائل پہ تبادلہ خیال کیا۔ اور حضرت شیخ سے اجازت حدیث بھی لی۔

۲۲ اپریل۔ انجمن تحفظ حقوق اہل سنت کے ناظم اعلیٰ مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ صاحب تشریف لائے۔ بعد المغرب حضرت شیخ الحدیث سے ان کی مسجد میں ملاقات کی۔ اور اپنے ہندوستان کے دورہ سے حضرت شیخ کو آگاہ فرمایا۔ اور دعائیں حاصل کیں۔

امتحانات | ۴ رجب سے دارالعلوم کے امتحانات شروع ہوئے۔ شعبہ حفظ و تجوید اور دورۂ حدیث کے امتحانات وفاق المدارس العربیہ نے لئے۔ جس کے ممتحنین کراچی وغیرہ سے تشریف لائے تھے۔ اسی اثناء میں وفاق کے زعماء نے بھی دو مرتبہ دارالعلوم کا دورہ کیا۔ دس شعبان کو دارالعلوم میں تعطیل ہوئی۔ البتہ شعبۂ حفظ تعلیم القرآن اور دیگر شعبے بدستور کام کریں گے۔

تعارف و تبصرۂ کتب

اسلام اور موسیقی | تالیف مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم۔ شرح و تحقیق مولانا عبدالمعز۔ صفحات ۴۴۷۔
قیمت ۵۴ روپے۔ پتہ مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۴۔

آج کا مسلم معاشرہ اور مسلم سوسائٹی مغربی تہذیب اور اہلِ مغرب کی ہر ادا کو جس طرح جلد اپنا لیتی اور برسوں اس پر فخر کرتی ہے۔ تاریخ میں ڈھونڈھے سے بھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ نیکی و بدی، حسن و قبح اور خسران و فلاح کے پیمانے وہی ہیں جو اہلِ مغرب نے دیئے ہیں۔ ہر چیز کے نیک و بد پہلو کو مسلم معاشرہ میں بھی چشم مغرب سے دیکھا جا رہا ہے۔ موسیقی و طاؤس و رباب جس کے پیشہ ور میراثی کہلاتے تھے اور جنہیں معاشرے میں کوئی باعزت مقام حاصل نہیں تھا آج وہی لوگ فن کار اور اسلامی ثقافت کے علمبردار کہلاتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ انہیں دولت و شہرت کا زبردست عروج حاصل ہوگیا ہے۔ تقسیم ہند سے قبل ہندوستان میں سب سے بڑا فساد اس بات پر ہوتا کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کی مسجد کے قریب سے ڈھول باجا گذارا ہے۔

مگر آج فرزندانِ اسلام عین نماز کے وقت جب امام قرأت پڑھ رہا ہوتا ہے مسجد کے سامنے اور اس کے ساتھ فحش فلمی گانوں کے بجانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ کچھ وسیع النظر اہلِ دانش نے علما کو بھی یہ سبق پڑھانا شروع کر دیا ہے کہ موسیقی فطرت کا حسن ہے۔ اور اب تو یہ وبا گھر گھر پھیل چکی ہے۔ اس لئے اس کے عدم جواز کے فتوے واپس لے لینے چاہئیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو گناہ بھی کرتے ہیں اور سینہ زوری بھی۔ یہ صحیح ہے کہ گناہ کے ارتکاب کا معاملہ سنگین ہے مگر گناہ کو برحق ثابت کرنا اس سے زیادہ خطرناک ہے اور بعض اوقات کفر میں بھی داخل ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے ایسے لوگوں کے لئے ایک رسالہ تالیف فرمایا تھا جس میں قرآن و حدیث، فقہائے امت کے اقوال، مستند صوفیائے کرام اور اصحاب طریقت کے حوالوں سے موسیقی کی شرعی حیثیت واضح فرمائی تھی جو موصوف کی مبسوط عربی کتاب "احکام القرآن" کا جزء تھا جس کا نام "کشف العنا عن وصف الغنا" ہے۔ مولانا عبدالمعز نے آسان اور سلیس اردو میں اس کا ترجمہ کیا۔ اور بڑے سلیقے اور عرق ریزی سے اس پر زبردست تشریحی حوالے بھی لکھے۔ جرح و تعدیل کے نقطۂ نظر سے ضروری کلام کیا اور نئے دلائل کا اضافہ بھی فرمایا۔ اس کے علاوہ کتاب کے آغاز میں ایک زوردار علمی مقدمہ تحریر فرمایا۔ کتاب اپنے موضوع پر منفرد اور جامع ہے جو ہر لحاظ سے نافع اور ہر طبقہ کے لئے یکساں طور پر

مفید ہے ——— (ع۔ق)

کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت - مرتبہ مولانا جلال الدین حقانی ۔ صفحات ۴۸ ۔ قیمت ۵ روپے ۔
پتہ مہتمم مدرسہ عربیہ خضریہ ، خطیب جامع مسجد پراچگان بھیرہ ضلع سرگودہا

توحید و رسالت دین کے اصل الاصول اور نظریۂ اسلام کے بنیادی ارکان ہیں ۔ جن کا سمجھ لینا اور سمجھ کر اپنی زندگی کو ان کے سانچے میں ڈھال دینا اہل اسلام کا اولین فرض ہے مگر بدقسمتی سے جہالت ، عناد اور فرقہ پرستی کے اس دور میں فروعات کو اصول سمجھ کر بحث و تحقیق میں بال کی کھال تک اتاری جا رہی ہے ۔ اور اسی میں انہماک اور توغل ۔ توحید و رسالت جیسے اہم ترین اصول کو نظر انداز کر دیا ہے مولانا جلال الدین ڈیروی حقانی نے جو دارالعلوم حقانیہ کے اولین فضلاء میں سے ہیں اور زمانۂ طالب علمی میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے امام مسجد اور خصوصی خادم رہ چکے ہیں ۔ کتاب کو اپنے علمی و روحانی مربی حضرت مولانا شیخ الحدیث کے نام سے معنون کر دیا ہے ۔ مولانا اب دارالعلوم عربیہ خضریہ بھیرہ کے مہتمم ، تبلیغی اور سیاسی کاموں میں سیاق الغایات ہیں ، اب موصوف نے تصنیفی اور تحریری میدان کو بھی آماجگاہ بنایا ۔ خدا تعالیٰ مزید ہمت دے ، اور استقامت بھی ۔ پیش نظر رسالہ ان کی قلمی خدمات کا نقش اول ہے جس میں توحید و رسالت کو آسان ، سلیس اور دلنشیں زبان میں واضح کیا گیا ہے اور کلمہ طیبہ کی تشریح کی گئی ہے ۔ سرورق کی جاذبیت نے کتاب کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے جو حد درجہ قابل تحسین اور ہر لحاظ سے حوصلہ افزائی کے مستحق ہیں ۔ (ع۔ق)

"بیشک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کیلئے تعمیر ہوئی وہ وہی ہے، جو مکّہ میں واقع ہے"۔ (القرآن)
کیوں نہ آپ بھی سفر کے دوران میں مقدّس سرزمین میں قیام کر کے عمرہ و زیارت کی سعادت حاصل کریں۔
السعودیة
سعودی عرب ائیرلائنز
ہماری دنیا آپ کے لئے چشم براہ ہے
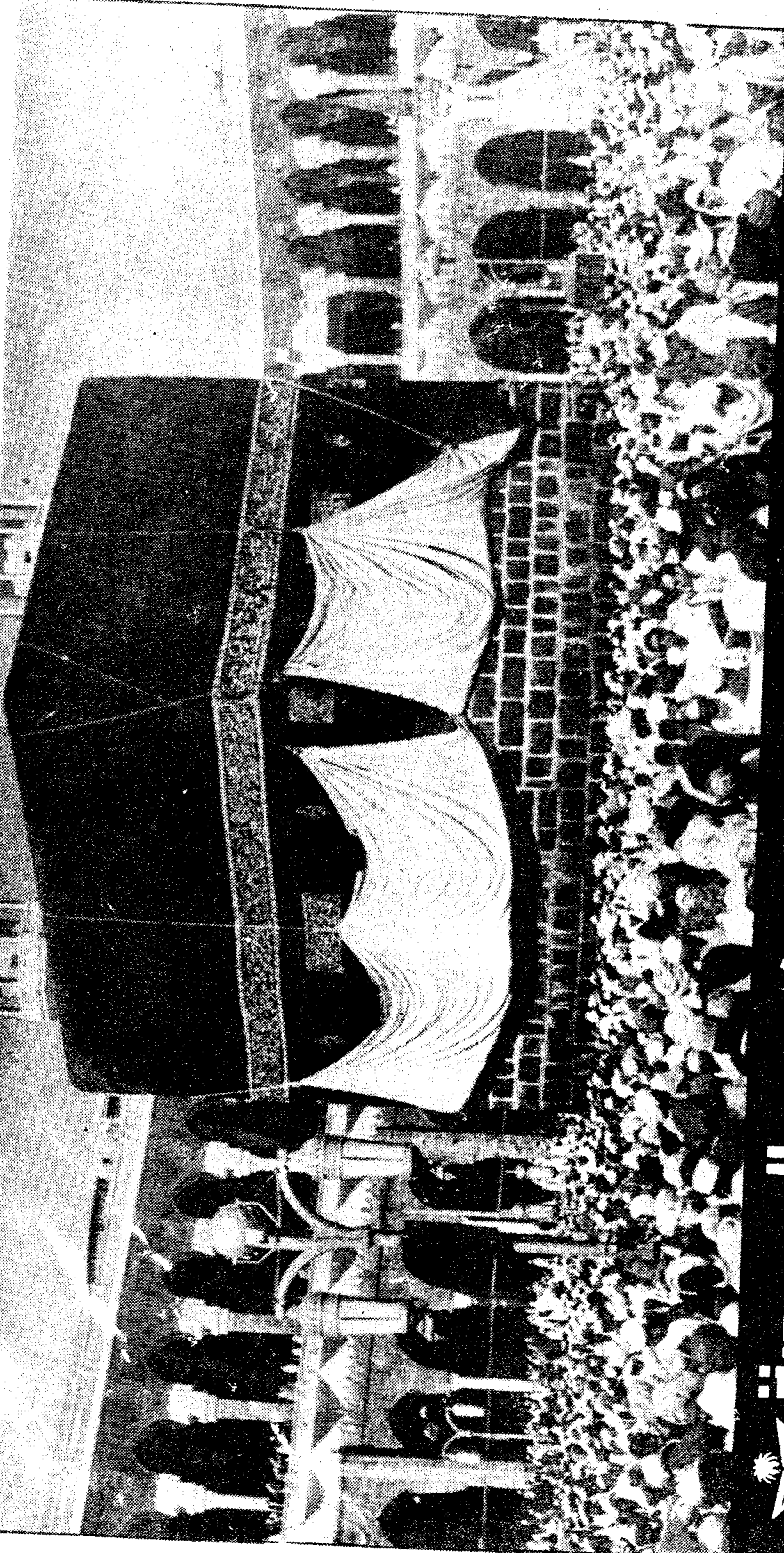
ایم سی بی
رُوبہ ترقی
معیشت کے فروغ میں مدد دینے کیلئے

ایم سی بی کو قوم کی اقتصادی ترقی میں اپنی عاجزانہ خدمات پر فخر ہے۔
اور وہ ایک اور سال کے دوران متواتر
اقتصادی ترقی کا منتظر ہے۔

۱۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۸۲ء کو ختم ہونے والے سال کے دوران ایم سی بی کی ترقی تمام جہتوں میں قابلِ تعریف رہی ہے۔ بینک کے ڈپازٹس بڑھ کر ۱۲٫۳۵۷ ملین روپے تک پہنچ گئے ۔ یعنی سابقہ سال کے مقابلے میں ٪ ۱۷٫۰۴ فیصد کا اضافہ ہوگیا۔

۲۔ ایم سی بی کا پری ٹیکس منافع بڑھ کر ۱۲۵ء۴۶ ملین روپے تک پہنچ گیا۔ یعنی سابقہ سال کے مقابلے میں ٪ ۳۲٫۵۷ اضافہ ہوگیا۔

۳۔ بینک کے اداشدہ سرمائے اور ریزرو فنڈ کا مجموعہ ۳۸۷ ملین روپے ہوگیا۔

۴۔ ایم سی بی کی معرفت بیرون ملک سے پاکستان بھیجی جانے والی رقوم بڑھ کر ۳۲۱۰ ملین روپے تک پہنچ گئیں یعنی گذشتہ سال کے مقابلے میں ٪ ۱۴ء۴۴ اضافہ ہوگیا۔

۵۔ ایم سی بی نے سال گذشتہ کی طرح ۱۹۸۲ء میں حج کی درخواستوں کی سب سے بڑی تعداد کی سروس کی اور اسطرح تمام نامزد بینکوں میں "فرسٹ پوزیشن" حاصل کی۔
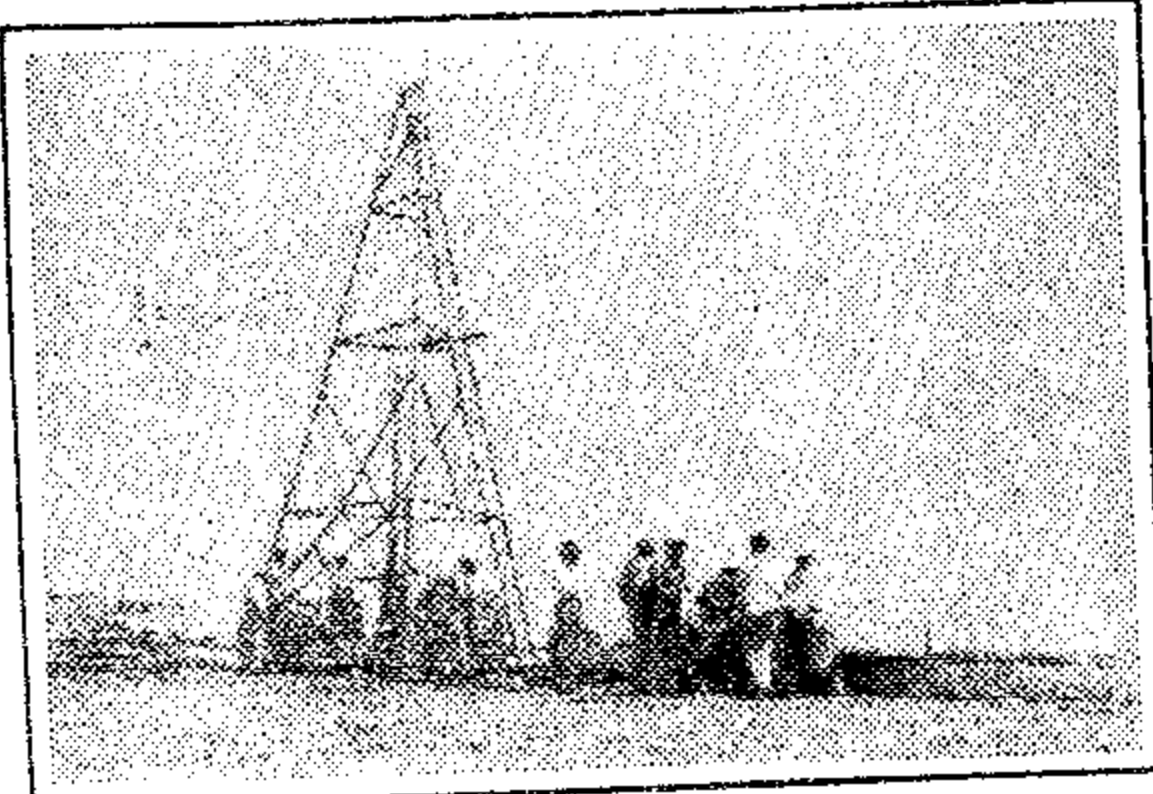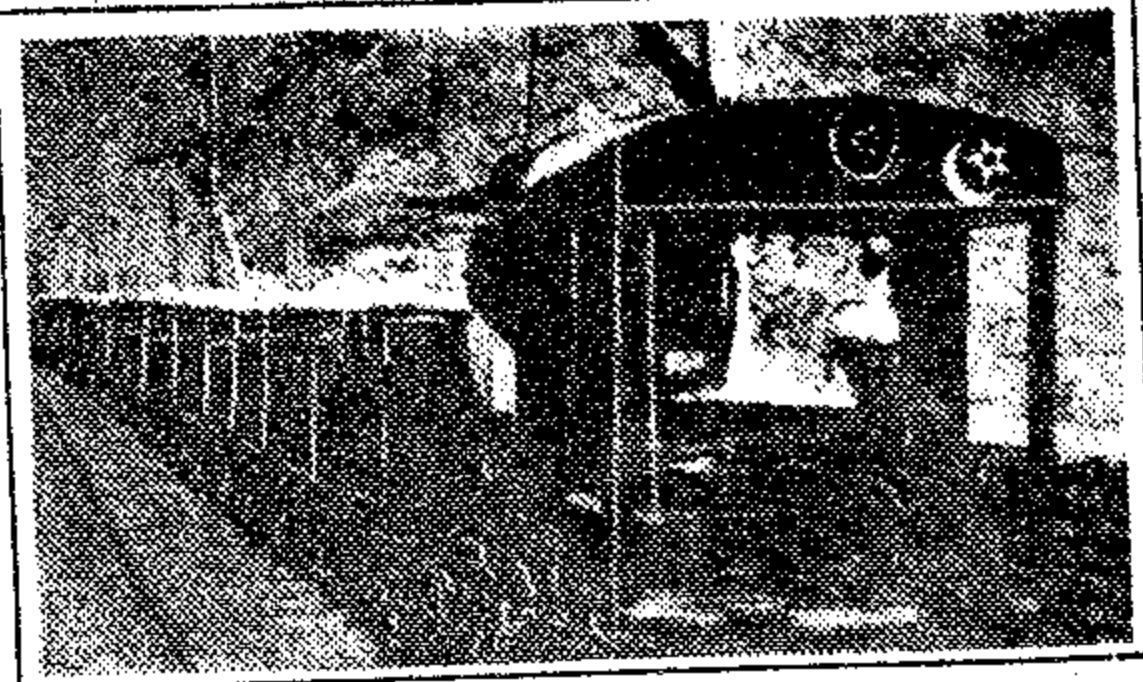
هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا
ہم معدنی دولت فراہم کرتے ہیں
ہم جان جوکھوں میں ڈال کر اور بے رحم و صبر آزما حالات سے جنگ کرتے ہوئے صنعتی اور معاشی ترقی کے لئے انتہائی ناگزیر معدنی دولت فراہم کرتے ہیں۔
پاکستان معدنی ترقیاتی کارپوریشن کانکنی کے شعبے میں خصوصی مہارت کی علمبردار ہے اور معدنی پیداوار حاصل کرنے کے لئے تقریباً دس ہزار کارکنوں (جن میں جیو سائنٹسٹ، انجینیرز کانکن اور دیگر ہنرمند بھی شامل ہیں) کا بیش بہا تعاون حاصل ہے۔ ۱۹۷۴ء میں اپنے قیام کے بعد سے پاکستان معدنی ترقیاتی کارپوریشن نے ملک کی معدنی دولت کی تلاش، کانکنی اور مارکیٹنگ کی جانب تیزی سے پیش قدمی کی ہے اور راہ ترقی پر پورے جوش و خروش سے گامزن ہے۔
پاکستان معدنی ترقیاتی کارپوریشن — ملک میں معدنی ترقی کے لئے کوشاں
PMDC
پاکستان معدنی ترقیاتی کارپوریشن
پی-آئی-ڈی-سی ہاؤس-کراچی
ADGROUP

دادا جان
دیے کی روشنی میں پڑھتے تھے
اپنے بچوں پر ایسا وقت نہ آنے دیجیے
روشن تر مستقبل کے لیے روشنی بچائیے
آنے والے وقتوں کی پکار ــــ توانائی بچائیے
مکمل تفصیلات کے لیے رجوع فرمائیں
ڈائریکٹوریٹ جنرل آف انرجی ریسورسز
مکان نمبر ۳ سٹریٹ ۸۸ اتاترک ۶/۳
اسلام آباد فون: ۲۷۶۶۴
ایندھن بچائیے
MIDAS

پاکستان معاشی ترقی اور خوشحالی کے دور میں داخل ہو چکا ہے۔ اسلامی نظام معیشت کے نفاذ سے قوم میں اب ایک نیا جذبہ پیدا ہو گیا ہے۔ حبیب بینک [illegible] پورے اعتماد کے ساتھ [illegible] کے درخشاں مستقبل کے لئے کوشاں ہے۔

نفع و نقصان سے شراکتی نظام کو عوام میں [illegible] کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ یہ نظام [illegible] سود کی لعنت سے نجات دلاتا ہے اور برابری کی بنیاد پر جدید بینکاری کی سہولتوں سے [illegible] کے [illegible] مواقع فراہم کرتا ہے۔ یہ شریعت کے عین مطابق ہے۔

حبیب بینک گذشتہ چالیس سال سے قوم کے اقتصادی تقاضوں اور امنگوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بینکاری کی خدمت کر رہا ہے اور اس طرح بہتر سے بہتر خدمت [illegible] کا شعار بن چکا ہے۔